UNIVERSAL
LIBRARY
OU_222399
UNIVERSAL
LIBRARY

٨٩١٤٤٣١
ش 1
222379

ان من الشعر لحکمۃ و ان من البیان لسحرا

فیض حق سے آئینہ ساز گر وہ میں

عقل کل بہ آئینہ فرزند

اہم یہ نسخہ بندۂ درگاہ عالیجاہ عشق

خاکسار سید عزیز الدین حسینی اُردو و فارسی مدرس سینتھوم ہی اسکول کے

اہتمام سے بمقام مدراس ۔ مونٹ روڈ ۔ کوچہ رضا حیدر

مطبع نافع الاسلام میں چھپا

جملہ حقوق محفوظ

قیمت ۸

تنقیح ۱۸ء

تنقیح

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عشق کا بھڑکیگا جب شعلہ تو جلجاینگے یار!
پردے ہین ہر چند حائل بیچ مین ستر ہزار

بھیجل اُٹھتا نہین ہے ایک بھی تیرا قدم
کوی ہے تجھپر سوار اے ابلق لیل و نہار

کون ہین ہم اور کہانسے آئے جاتے ہین کدہر
کیجیے اس راز کو اے موج کیونکر آشکار

دلربا بھی ایک شئی موجود ہے یہان اے حکیم
ہے فقط آہن ربا کا حال تجھپر آشکار

سُن سکینگے لن ترانی بھی نہ ہرگز تیرے کان
دعوئ عقل اے حکیم اور خواہش دیدار یار

حرکتِ قسری ہے بیشک ذاتِ قاسر پر دلیل
گیند اچھالے ہین یہان دستِ قضانے بیشمار

بحر و بر تیرا ہے بچکر تجھسے جائین گے کہان
بطنِ ماہی مین جو رہنا ہے تو ہونا ہے فرار

ہے وہی ظاہر وہی باطن وہی سب پر محیط
انفس و آفاق سے ہین اوسکے آیات آشکار

ہین دلیل و مستدل محتاج اوسکے اے حکیم
وہ خدا کیا جو ہو محتاجِ دلیل اے خام کار

نور کہیے عشق کہیے یا اوسے کہیے وجود
ذات کو تیری کرین کس لفظ سے تعبیر یار!

اس سے بڑھکر وسعتِ رحمت پہ ہوگی کیا دلیل
مجھسا مایوس اور رحمت کا تری امیدوار

شکوۂ ساقی ہے بیجا وہ تو ہے بحرِ کرم
ظرفِ استعداد تیرا خود ہے تنگ اے جرعہ خوار

کیا خطا پانی کی اے حنظل اگر تو تلخ ہے
کیا گنہ خور کا گر اے خفاش تیرا دن ہے تار

نام عدوانِ حدود اللہ کا ہے معصیت
عقل کی زنجیر کو ہرگز نہ توڑ اے ہوشیار

کوئی کر سکتا نہین ہے علمِ حق کا انحصار
خضر کے بھی ہونگے ای موسیٰ کہی آموزگار

دل سے بڑھکر چاہیئے کیا یادگارِ عشق یار
اے نصاری عشق کا اظہار اور لوحِ مزار

وعظ سے کیا تیرے کم ہوجائینگے واعظ گناہ
مادہ کیطرح خیر و شیر بھی ہین یان برقرار

خواب مین خوابِ پریشان دیکھتا ہے آئے دن
ہرزہ گوئی کا رہی اے فلسفی کیا اعتبار

تیرے سب اغراض پورے ہون اگر اے خود پرست
ہو الگ شیرازۂ نظمِ جہان کا تار تار

ہمنے می پی تو ملامت کر پیٔے جائینگے ہم
یہہ تیری عادت ہے ای واعظ وہ اپنا ہے شعار

مرغِ وہم فلسفی ہے جسکو کہتے ہین شہاب
ہان وہان با عالمِ پاکت چہ نسبت اے غبار

ہو نہو کافورِ پیری ہے دلیلِ مرگِ دل
سرد آخر ہوگئی جو آگ تھی دل زندہ دار

بس یہی ہے فرق ہم مین تم مین اے سنگ و شجر
جانتے ہین ہم کہ ہین بے علم اور بے اختیار

تھیلس اکچھ قصرِ رفیع دل کا اندازہ کیا
ناپنا کیا انکا تھے اہرامِ مصری سایہ دار

خفتہ بختون کو کہین آتی ہے نیند ای آسمان
دل کے بہلانے کو ہے خوابِ عدم کا انتظار

وصل سے بھی ہجر مین بڑھکر ہے نیوٹن جذبِ عشق
تیرے قانونِ کشش کا دل نہین ہے تبعدار

کہ ربودہ کیون نہ ہم تجکو کہین اے کہربا
فرق جب معشوق و عاشق مین نہین ہے زینہار

عاشق و معشوق سے پرے ہے مکان و لامکان
عبد و رب ای عشق ہین تیرے ہی زینہ پر سوار

جھومتے ہین سب کے سب کیفِ شرابِ عشق ہے
کب تحرک سے ہے خالی کوئی شئے اے ہوشیار

راہِ کثرت طی کرے سالک تو حاصل ہو عروج
وحدتِ قومی پہ بیشک ہے ترقی کا مدار

ضعف اول ضعف آخر ہستیِ انسان ہے کیا
قوتِ بازو پہ اتراتا ہے کیون اسفندیار

جو ادھورا کام تھا کل آج پورا ہوگیا ؛
پھر اوسی مین کل نظر آئینگے نقصا ای ہوشیار

فقر کا باطن غنا ہے اور ظاہر ہے عنا
فی الحقیقت افتقار ایدل ہے وجہ افتخار

تجھ سے بہتر ہے کہین آتش پرست اے زر پرست
ایک مطلوب اسکا اور معبود تیرے بیشمار

کوئی سنگ باغض النخل کا بھی جاذب ہے یہان
گر نہو الفت عداوت کسطرح ہو آشکار

بعد مدت کے ہوا یہ راز ہم پر آشکار | مصلحت تھی مرگ لیلی مین بھی اے مجنون زار

ہے طریق اُسکا شترہ اور اسکا مسلک ہے خمود | رند و زاہد دونون ہین دور از صراطِ استوار

زیست کا حاصل خوشی یعنی صلوٰۃ و صبر ہے | ہے عبادت اور عبودیت یہی اے ہوشیار

ازدیادِ علم ہے افراطِ جہل اے فلسفی | ہین غنی جتنے وہ ہین محتاج تر اے شہریار

ترکِ جمع و طمع اے تارک نہین کوئی کمال | منع کو بھی ترک کر گر نفس پر ہے تو سوار

جان لے قدرت کے قانون اور انپر کر عمل | منتہائے سعیِ انسان ہے یہی اے ہوشیار

ہے تمنا کی خلش ہر حال مین اے اہلِ دل | آج شوقِ زیست ہے کل موت کا تھا انتظار

وان بھی بازارِ حیات و موت و پیدائش ہے گرم | ایک شہرِ آرزو ہم مین بھی ہے اے شہریار

اسکو کیا مطلب فقیرون سے غنی سے کیا غرض | جو حقیقت مین ہے کامل فقر مین اے ہوشیار

چشمِ حق بین سے جو دیکھا ہین ارادی سب کے سب | گو بظاہر حرکتین اور قوتین ہین بے شمار

رویت و حق الیقین کار دلِ خود رفتہ ہے | ظنِ غالب حد ادراکِ دماغِ ہوشیار

آہنِ مجذوب بنجاتا ہے خود آہن ربا | عاشقِ واصل سے ہے سب شانِ معشوق آشکار

ہے توارث کا یقین کیا جانین ہم ماحول کو | حسنِ ظن ہی پر شرافت کا نسب کی ہے مدار

مر چکین ساری تمنائین بجز ارمانِ مرگ | ایک لشکر فوجِ حرمان سے ہے گرم کارزار

ہو گی اب تو اور ہی دل ہو گا تا صبح کفن | شام کے مردے کو کب تک روئیگی اے جانِ زار

شادیِ داماد ہے گریہ سے تیرے اے عروس | خندہ زن ہوتے ہین گل روتا ہے جب ابرِ بہار

روئے پیری مین جوانی کو جوانی مین تجھے | لیکن اے طفلی ترا روتے تھے کیون ہم زار زار

تجکو فیثاغورس کیا ہستی نظر آئی نہین | صرف وحدۃ جوہر اشیا نہین ہے زینہار

نام لاعلمی کا رکھ لیتے ہین بخت و اتفاق | ہمپہ جب ہوتے نہین اسباب قدرت آشکار

جو نہین ہے مست اسکو پست ہونا ہے ضرور | زاہد خود بین نکر تو شانِ ابلیس اختیار

نفیِ عالم نقصِ عرفان ہے سن اے مجذوب سن | گو عدم ہین علمِ حق مین تو ہین اعیان برقرار

ہے چراغِ طور روشن زیرِ فانوسِ غبار
دامنِ شب مین ہے پنہان روئے پر نورِ نہار

وہ خدا کو جانتا ہے نیست اور یہہ خود کو نیست
بس یہہ ملحد اور موحد مین ہے فرق اے ہوشیار

زندگی کا حاصل ادراک ہے ادراکِ عجز
اسمین کیا شک ہے کہ نیوٹن تہا حکیم پختہ کار

بہر استقبال بڑہکر تجکو لیتی ہے زمین
قطرۂ باران ہے کیون تو جذبِ دل سے شرمسار

ای مزیلِ عیش و غم ای طبعِ ثانی واہ واہ
مٹگیا خلد و سقر کا فرق بہی انجام کار

اب نہین واللہ خوفِ تیر بارانِ شکوک
ملگیا اے ہیوم اطمینان کا ہمکو حصار

مستی و چستی تو تیری اے جوانی دیکھ لی
پستی و سستی کا اے پیری ہے تیری انتظار

کوئی شئی ایسی بہی ہے جسمین نہو علم و وجود ؟
نورِ احمد اور احد ہر ذرہ سے ہے آشکار

جو دکھایا خوابِ ہستی نے وہ ہم دیکھا کئے
ہم تھے مرفوع القلم اے داورِ روزِ شمار

ڈہونڈ اسے اور پا اسے پہچان لے اور چاہ اسے
قتلِ عاشق ہے نتیجہ اور دیت اسکی ہے یار

سفسطہ پر مشتمل ہے تیرا یہہ قول اے حکیم
اعتبارات جہان کا کچہہ نہین ہے اعتبار

سب فراہم ہوکے بنکر برق ظاہر ہو گئے
جتنے ای موسی تھے کوہِ طور مین پنہان شرار

دل ہے ہر ذرہ مین دلمین عشق یعنے برقِ طور
چشمِ موسی مین ہے اے فرعون یم بہی شعلہ زار

یہ صراطِ مستقیم آگے ہے وہ دار السّلام
راست چپ افراط اور تفریط کے تاریک غار

ایک دل اور سیکڑون بتِ ناز کس کے اٹھائے
ہمنے ای آزر کیا دینِ حنیف اب اختیار

دکہہ بہی ہے اور سکہہ بہی ہے یا آس بہی ہے یاس بہی
منعم و مفلس برابر کے ہین دونون حصہ دار

آگیا بس اسپہ دیکہی جسمین محبوبی کی شان
قلب دل کا ہے لقب اور انقلاب اسکا شعار

مادّہ کیا ہے بہلا سمجہا تو دے ای مادّی
روح کے بہی یون تو ہین آثار و افعال آشکار

مجکو ای لاادری اول تیری ہستی پر ہے شک
کوئی کرسکتا نہین منکر کو قائل زینہار

شیخ ہم ریو و ریا و رنگ سے آزاد ہین
ترکِ دنیا بہرِ دنیا اور اس پر افتخار

پالسی تیری بظاہر زور ہے باطن مین زور
شیر کے جامہ مین ہے روباہ تو اے شہریار

غیر ہے مہجور شاطر کو ہے حاصل وصل یار — ارض جاذب ہے ہوا ہابط ہے صاعد ہے بخار

کیا نہ ای فرعون دیکھا اسکو رودنیل مین — دشت ایمن مین جو موسیٰ پہ ہوا تھا آشکار

ظاہری حالت پہ کل قارون کی جو کرتے تھے رشک — آج اپنے حال پر کرتے ہین شکر کردگار

پرورش موسیٰ نے پائی دامن فرعون مین — واہ رے شان ربوبیت ترے صدقے نثار

عشق کیا چھوٹے رہے کیونکر نصیحت تیری یاد — انس ورنسیان ہے انسان کا ای ناصح شعار

ای سلیمان فیصلہ مین باپ کے اصلاح واہ — جو محقق ہین نہین کرتے وہ تقلید اختیار

لذت تسلیم ای فرعون گر تو جانتا — پھر خدائی کی تمنا بھی نہ پاتی دل مین بار

قوت بازو سے ساحل پر عمل کے کام لے — علم کا دریا ہے طوفان خیز و ناپیدا کنار

ای مقنن واہ واہ اقدام پر اسکے سزا — قید ہستی سے بھی جسکا مرتکب ہے رستگار

کیا ڈراتا ہے ہمین قاتل اسمجھکر قتل کر — کم نہین سہرا سے مقتول کوی زینہار

یہہ جو مردہ ہے بغل مین زندہ ہو ممکن نہین — ہمکو پھر کیون عیسیٰ موعود کا ہے انتظار

علم ہے کچھہ اور شی نیکی ہے ای سقراط اور — حکمران جذبات ہین اور عقل ہے بے اختیار

فلسفہ مین خود سفہ موجود ہے ای فلسفی — طالب دانش نہ مانینگے تجھے ہم زینہار

عالم نیرنگ ہے تصویر بیرنگی و رنگ — فرع ذی اصلین ہے قوس قزح ای ہوشیار

ایک جاہل ہو حکم دو عالمون مین ہے غضب — ہمکو ای منکر نہو پھر حشر کا کیون انتظار

ای نصاری یہہ معما عقل مین آتا نہین — ایک بیوی بس ہے لیکن تین ہون پروردگار

عشق معنئے حیات وصل عیش و رنج ہے — موجب حرمان ہے حب الآفلین ای ہوشیار

ظاہر و باطن مرا ہے باطن و ظاہر ترا — تجھسے مین ہون آشکار اور مجھسے تو ہے آشکار

یہہ نہو تو رائی و مرئی و رویت ایک ہین — عالم صورت کا ای غافل ہے غفلت پر مدار

غور کر عشق و ہوس کی ہے حقیقت مختلف — بلعم باعور و موسیٰ مین ہے فرق ای ہوشیار

علت و معلول کا کیا خاک اندازہ کرین — امر واحد کے ہین باعث اور نتیجے بیشمار

آنکھون مین اٹکا ہے دم تیرا ہی اب ہے انتظار
نزع کی مشکل کو آسان کردے ای تصویرِ یار

کشمکش مین رکھہ نہ آڑے آگے ای خوفِ گناہ
اب دعائے موت کرنے کو ہے کوی بیقرار

کب ڈبو دے دیکھین اس کشتی کو گردابِ فنا
بس یونہین چکرا رہی ہے جبسے ہین اوسپر سوار

دل مین اک کانِ ملاحت کا تصور دفن ہے
زخمِ دل ! حاجت نہین تجھکو نمک کی زینہار

تیری جست و خیز لائے کوئی کیونکر اے سپند
دو قدم مین ہوگیا تو عرصۂ ہستی کے پار

بجلیان سینے مین طوفان دل مین سر مین گردباد
اور کتنے عشق کے مظہر ہین اے پروردگار

تجھپہ ہم ای قحبۂ دنیا رہے برسون فدا
اب یہ ہمنے جی مین ٹھانی ہے کہ کر بیٹھین ظہار

جانتا ہون ناامیدی تیری رحمت سے ہے کفر
کیا کرون آتا نہین دلکو یقینِ مرگِ یار !

ای رحیم اے داورِ محشر ہمین کیا حکم ہے
جو ہین مجرم اونکے پھر اظہار کا کیا انتظار

آب و دانہ کی ہوس کب ہمکو لائی دام مین
جی سے تنگ آکر ہوے صیاد ہم تیرا شکار

چشمِ یاری رکہتے ہین ہم ہائے ابتک چرخ سے
رحم کیا اس سادگی پر بھی نہین آتا ہے یار !

آسمان کی ہین یہی بے رحمیان باقی اگر
جی کے ہم ہونگے دلِ مرحوم کی فرقت مین خوار

جانتا ہے خاک تو اشیا کی تاثیر ای طبیب
دیکھہ نہی دارو سے اب جاتا نہین ہے یہ بخار

نصِ استدلال ہے قائم بسطحِ اعتقاد
غور کیون کرتا نہین اس نکتہ پر اے ہوشیار

میلِ مقناطیس و آہن کا سبب ہے عشق سُن
ورنہ تو ای عقل کے بندے سبب کر آشکار

نزع کی حالت مین بھی کہدونگا یہ کہا کر قسم
ایکدن بھی تجھسے مین غافل نتھا ای یادِ یار

ہم بھی آنکھون سے تباہی دیکھین ظالم چرخ کی
ہو خدا کیواسطے جلد ای قیامت آشکار

مغفرت کا کیا مزہ یارب جو یہ دل ساتھہ ہے
خلد مین دوزخ کو کیا لیجائین اے آمرزگار

عشق کا مجرم ہون ہرگز رحم کے قابل نہین
ٹوٹ پڑ اے آسمان دے ای زمین مجھکو فشار

تیرے دردانگیز نالون سے ہے بلبل ہمکو کام
خار ہے آنکھون مین اپنی شاہدِ گل کا سنگار

نعمتِ الفت کی لذت گر ملے معشوق کو
حُسن کی دولت کے نشہ کو ہی وہ جانے خمار

ہائے کیون مرتے ہی آنکھین بند کر دیتے ہین یار
مر رہے ہین سب تمنا مین بقائے نام کی
باغ سے جاتے ہین ہم اچھا یونہین ای باغبان
نغمے اور نالے ہین پوشیدہ نفس کے تار مین
آگے آگے اپنے ظلمت ہے تو پیچھے پیچھے نور
وقت جو جاتا ہے پھر وہ ہاتھ آ سکتا نہین
ای محبت سینۂ عاشق ہے جولانگاہِ برق
عشق کے قبضہ مین ہم اور اپنے قبضہ مین ہے عقل
ہم نے کیا جانا ہے یہان جو علم کا دعوی کرین
دلمین لاکھون طرحکے آتے ہین نٹ کچھ منھہ سے بول
عمر بھر جلنا ہے اور رونا ہے ہمکو مثلِ شمع
ناصحِ نادان نہ گھبرا زلزلے سے اسقدر
عشق پردے مین ہے بازار مین آ جائے حسن
سب نصیحت کا اثر ناصح کی زائل ہو گیا
چھوڑ دے یا پر کتر دے ہم بہت بے چین ہین
جیتے کیا ہین دم شماری کرتے ہین ناچار ہم
حدِ فاصل دھوپ اور سائے مین ہے جسطرح خط
یادِ ایامِ گذشتہ ہے دریغ و انفعال
کہتے ہین جسکو زمانِ حال وہ ہے ناپدید
ناصح اپنی اپنی ڈفلی اپنا اپنا راگ ہے
رند و زاہد دونون کا مقصد مئی و معشوق ہے

اک تغافل کیش کا ہمکو ابھی ہے انتظار
فانیون کو کیا غرض ہے تجھسے ای لوحِ مزار
کچھ گریبان گیر ہین اور کچھ ہین دامنگیر خار
عشق ہے مضراب اور انسان کا دل ہے ستار
کسطرف کھینچے لئے جاتے ہین یہ لیل و نہار
کونسا دم یہان دمِ آخر نہین ای ہوشیار
یہان خس و خاشاک ہرگز پا نہین سکتے ہین بار
جبر کا واعظ عمل ہے نام کو ہے اختیار
خود حقیقت علم کی ہم پر نہین ہے آشکار
آج کیون چپ لگ گئی ناصح خدا کی تجھہ پہ مار
ساتھہ دم کے ہین دلِ سوزان و چشمِ اشکبار
خاک کے نیچے کوئی لیتا ہے کروٹ بیقرار
یہ بھی تو نے کر دکھایا انقلابِ روزگار!
سُنکے سب کچھ لیلیا جب نام تیرا ایکبار
باغمین صیاد وہ دھومین مچاتی ہے بہار
کیا کرین ہمکو جلاتا ہے خدا ای ہجرِ یار
ق ہے یونہین مستقبل و ماضی مین حال ای ہوشیار
اور ہوس ایامِ مستقبل کی عقبا کا شکار
ہین کشاکش مین کرین کیا ہستی ناپایدار!
ترانۂ نائی اور تو ہم اور حدیثِ عشقِ یار!
فرق یہ ہے ہمنے یہان پایا وہ ہین امیدوار

جان حاضر ہے کرینگے تیرے قدمون پر نثار
جلد ای پیکِ قضا لانا پیامِ وصلِ یار

ای لبِ ساغر تجھے اب منھہ لگائینگے نہ ہم
عیش سے درگذرے جھیلے کون تکلیفِ خمار

سخت جانی اجی کے فرقت مین ہوے ہین ہم ذلیل
ہمکو دلبر دلکو ہمپر اب رہا کیا اعتبار

گر رہا کرتا ہے ای صیاد کردے ہم کو ذبح
کسطرح آئیگا مرغِ دست پرور کو قرار

اسطرح تھم تھمکے رونے سے بھلا کیا فائدہ
خونِ دل برسا دے سب ای دیدۂ خون نابہ بار

تو بھی ای بلبل کبھی گل تھی کبھی صیاد تھی
نالے کیون کرتی ہے یہ ہے انقلابِ روزگار

جز اشارہ بات کرنی نزع مین ممکن نہین
میرا مطلب اسکو اب سمجھا دین میرے رازدار

رازِ الفت کیا چھپے جب دل ہی قابو مین نہو
زور تجھپر کیا چلے ای گریۂ بے اختیار

بال و پر بلبل کے ہین ای گل ہوا مین منتشر
مژدہ لاتی ہے سنانے کسکو اب فصلِ بہار

حسرتین گن گن کے کٹتی تھین جو راتین اب کہان
کیا ہوا جادو جو تھا تم مین وہ ای شبہائے تار

تو نے پتھر کو جلایا جلگئے ہم رشک سے
وہ تری شوخی ہے برقِ طور اب تک یادگار

کس طرح آسان ہو تیغ و گلو کا مرحلہ
کیا کرین اے تشنہ کامی کند ہے خنجر کی دھار

تجھسے مجنون! کان مین آکر اجل نے کیا کہا
کیا ہوی وہ دشت پیمائی؟ وہ سیرِ کوہسار؟

ناخدا کے ناز ہم کب تک اٹھائین یا خدا
ڈوب جائینگے نہین اچھا نہ پیدا ہو کنار

خیرِ میخانے کی ساقی ہمکو بھی کردے خراب
سخت نادانی ہے یہان مستو نہین رہنا ہوشیار

ق حوصلہ تیرا تنگے کو کہان بلبل انصیب
جلکے ہو جاتا ہے ٹھنڈا بیوفائی کا شعار

آفرین ہمت پہ تیری بھتی ہے کس کس کے ظلم
منحرف گلچین ۔ عدو صیاد ۔ دشمن برق و خار

ای طلسمِ خانۂ زندانِ ہستی ٹوٹ جا
تا ہے مقصد سے ای یوسف ہو جلدی ہم کنار

توڑ ہی ڈالا تری موجون نے تو آخر کو دم
اب حوالے مین ترے ای بحرِ ناپیدا کنار

ہم ہین شاطر اور ہے طرفِ حریمِ میکدہ
رندِ عالم سوز را با مصلحت بینی چہ کار

انجمن مین ہم ہین لیکن انجمن دل مین نہین
زیبِ خلوت خانۂ دل ہے فقط تصویرِ یار

یار صبحِ حشر کا کرتے ہین ہم یون انتظار
حسرت و حیرت مین رکھا عقل نے تجھکو حکیم
کیا توقع تجھسے اب ہو بند ہای بابِ قبول
قطرۂ شبنم کہان اور بحرِ اعظم کہان
واہ کیا کہنا ترا ای جلوۂ حسنِ ازل
سچ بتا ای عشق کب خاطر ہماری جمع تھی
تجھہ سے ہی سب کی نمود ای مہرِ تابانِ وجود
یہان نظر آتا ہے غیرون کو فقط تیرا کمال
جب خدا ہم ہو نہین سکتے تو بندہ ہی نہین
خودکشی کی ہجر مین جرأت کہان سے لائیے
الوداع ای یاس و حسرت الفراق ای رنج و غم
بعد مدت آپ مین اب آکے گھبراتے ہین ہم
ای دلِ مرحوم گھبرائین عدم سے کس لیے
ہم خدائی کرتے ہین تیری بدولت ای خیال
وقتِ آخر ہم ہین اور تیرے کرم کا ہے یقین
ہین قفس مین گر جلایا آشیان اچھا ہوا
یہ دلِ رنجور یارب کس مرض کی ہے دوا
مانی اندیشہ بھی تصویرِ حیرت بنگیا
ہم ہین بیدل ای دلِ شوریدہ تو ہے بیدماغ
اب نہ گھبرائیگا ای سوزِ محبت تجھسے دل
خوابِ ہستی نے بہت آخر پریشان کر دیا

بہرِ صبحِ عید ہون اطفال جیسے بیقرار
مطمئن رکھتا ہے دیوانون کو عشق ای ہوشیار
ہم دلِ بے مدعا کے بھی نہونگے خواستگار
کیا عجب گر سیکڑے دل مین ہو سمائی تیری یار
تیرے لاکھون ہین شموسِ بازغہ آئینہ دار
وصل مین بیخود رہے یا ہجر مین تھے بیقرار
ذرہ و خور کا ستارہ تو نے چمکایا ہے یار!
دیکھنے والے جمال ای یار ہین عشاقِ زار
شیوۂ تسلیم مجبوری سے کرلین اختیار
دیکھنے والا بتا ہے کون تیغِ آبدار!
پھر ہم آئینگے عدم سے کیجیو تم انتظار
کس سے پوچھین ہم وہی ہین یا نہین ای عشقِ یار
منتظر ہے ہم سے آگے جا کے تجھسا غمگسار
ایک کُن سے ہوتے ہین عالم ہزارون آشکار
یون تو ساری عمر گذری تھی ترے شکوون مین یار
ظلم کو بھی ہے سلیقہ شرطِ چرخِ برق بار!
عیش و غم کے اب نہین قابل رہا یہ رازدار
خامۂ قدرت کے صدقے واہ رے نقش و نگار
بنھ نہین سکتی ہے اب صحبت ہماری تجھسے یار
کشتہ ہو کر قائم النار اب تو ہے سیماب وار
ہمکو اب جلدی جگا دے ای اجل تیرے نثار

نار دوزخ سے نہین کم آتش فرقت بھی یار! یہ جلاتی جاتی ہے ہمکو جلاکر بار بار
کچھ سمجھ ہی مین نہین آتا کہ کیا مانگین دعا دل مین کچھ ہے لب پہ کچھ ہے ہم ہین ڈانوا ڈول یار
آئین زاہد جب فریب حسن مین حضرت خلیل کیا عجب گر ہم بتون پر دین و دل کردین نثار
کیا ہوا ای فلسفی قانون ربطِ علتی زندہ ہم ہین دل نہین تھا زیست کا جسپر مدار
تجھ مین کیا ہے ای حیات دہر ای جنس غرور وجہ حسرت ہے ترا لہو و لعب انجام کار
آشیان پر اپنے کرتی جا یونہی بجلی! کرم ہر شجر کی ہم بدولت تیری لوٹینگے بہار
لامکان بھی ایک زینہ ہے کسیکے بام کا دل کہین لامکان ہے اور کہین دل ہے یار
قیس! ہم دشتِ جنون مین راہبر ہین مثل خضر خانہ بردوشی ہے اور آوارگی اپنا شعار
کھینچتا ہے آپکو ای شیخ کیون رندون سے دور ایک چلتا پرزہ ہین عالم کی کل مین ہم بھی یار
ای درازیٔ شب فرقت ترا کچھ ڈر نہین داغہاے حسرت دل کا کرینگے ہم شمار
گریۂ یعقوب پر ایوب کیا ہے اعتراض جسکا یوسف گم ہو وہ کیونکر نہ روئے زار زار
تارکِ دنیا ہین ہم متروکِ دنیا شیخ ہے جیفہ ہے دنیائے دون طالب ہین اوسکے جیفہ خوار
یارب اب دنیا تو رہنے کے نہین قابل رہی کیون نہین آتی قیامت کو ہے پھر کیا انتظار
گریۂ یعقوب کرنے سے ہوا کچھ فائدہ؟ صبر ایوبی بھی آخر دیکھ لینگے کرکے یار!
خون کا ایک قطرہ بھی باقی نہین ہے دل مین کیا یہ بھی کوئی کام ہے ای دیدۂ اختر شمار
چارہ گر ناصح کے اول ہونٹ سی بہر خدا زخم کی تکلیف سے طعنے ہین بڑھکر ناگوار
جتنا جی چاہے ترا ہمکو رُلا لے آسمان غیر کا رونا مگر دکھلا نہ ظالم زینہار
آنکھ کو ہے نور تجھسے دلکو ہے تجھسے سرور جیتے ہم کس کے لئے یہان تو اگر ہوتا نہ یار
ہائے یوسف بھی کبھی تھے ہم زلیخا بھی کبھی ہم پہ سارے راز حسن و عشق کے ہین آشکار
جسطرح مردون سے ہے مایوس منکر حشر کا اس دلِ مردہ سے کلی یاس ہے مجھکو بھی یار
ہائے یہ تیرا ستم ہے یا کرم ہے اے یقین دیو مائل سے کیا شاطر کو کیون تونے دوچار

چارہ اپنے درد کا ہم آپ کر گذرینگے یار!
جب نہین امید تجھسے موت کا کیا اعتبار

عمر بھر تڑپا کیا اور ہمکو تڑپایا کیا
ساتھ کیون لاتے تجھے ایدل جو ہوتا اختیار

دیکھتا ہون مین نگاہِ یاس سے وہ قفس سے
اے منجم کیا ستارون سے رہون امیدوار

عالمِ غربت مین یارانِ وطن! جب تم نہین
ہے برابر ہر جگہہ گلزار ہو یا خار زار

دو منزل جرسِ سامان. اور وقتِ شب قریب
رحم کر ای راہزن تا دوش سے اُترے یہ بار

اب ہی تو ہے مگر ایجان سے مارِ آستین
یاد ہین وہ دن بھی جب آتا تہا ہمکو تجھپہ پیار

ہم ترے نیرنگ کے جب ہونگے قائل ایخیال
گر دلِ مردہ بھی دیکھے تیرے جلوون کی بہار

حسرتین چھائی ہوئی ہین. بے ہجومِ یاس و غم
یا الٰہی ہے یہ کس ارمان بھرے دل کا مزار

اسقدر مایوس کرنا تہا نہ ای نادان ہمین
ہو چکے اب ایفلک ہر خوف و غم سے رستگار

دل لرزتا ہے تری قسمت پر ای مینائے مے
دیکھئے کبتک سنبھالے تجھکو دستِ رعشہ دار

خواب سے خوش تھے تو اب تعبیر سے گھبرائین کیون
ہمکو اب تعبیر در تعبیر کا ہے انتظار

ناصحِ نادان! نہین واللہ اسکا نام صبر
مرگیا جب دل تڑپ کیسی کہان کا اضطرار

آنیوالی ہے بلا کوئی الٰہی خیر ہو
ورنہ ہم سے بے سبب کیون ہو زمانہ سازگار

قید کرتا ہے دکھا کر دانہ چرخِ مکر کیش
ذبح سے پہلے پلانا آب ہے اسکا شعار

ڈہونڈہتا پھرتا ہے دشت و در مین آ دیوانے کیا
محملِ لیلےٰ ہے تیرا دل ہی ای مجنون زار

ظرفِ عالی رکھتے ہین ساقی نہین منصور ہم
رازِ پنہان اور مستی مین ہو ہم سے آشکار

حقِ خدمت کر چکا ابرِ کرم اپنا ادا
برقِ خرمن سوز کے اب فرض کا ہے انتظار

رندِ دریا نوش ہین ہم دیکھ ایساقی ادہر
یون تو میخانے مین ہین تیرے ہزارون جرعہ خوار

اے دلِ مرحوم برسون تک رہا غمخوار تو
بعد تیرے ہم بھی مرجاتے جو ہوتا اختیار

شعلۂ آواز نے سے لگ گئی تن من مین آگ
غرقِ مے کر دے مجھے اے ساقیٔ حکمت شعار

بھاگ کر تجسے کہان جائینگے ای چرخ و زمین
زندہ رہ کر یا سہینگے ظلم یا مر کر فشار

ہاتھہ مین زندون کے آتش آب مرا کیا اختیار
دفن کردین یا جلادین یا ڈبو دین مجھکو یار

بجلیون سے کب ڈرے تھے ہم جواب ڈر جائینگے
ننگے سر پھرتے ہین لے ای آسمان ژالہ بار

روز لاکھون خون کیون کرتا یہ جلاد فلک
ہر سر حسرت خاک ای زمین گر تو نہوتی پردہ دار

ڈھونڈھتے ہین رند ساقی کا پتا ملتا نہین
العطش کی ہر طرف اس میکدے مین ہے پکار

بدلے مے کے اب میسر ہے مجھے تلخاب یاس
میکدہ تیرا ہے ای ساقی مرا کیا اختیار

ق

گرمی ہنگامہ دنیا و دین ہے تجھسے عشق!
ہے ہر اک شئے ذرہ تو ہے آفتاب لوزبار

جذب ثقلی ایک ادنیٰ سا کرشمہ ہے ترا
دفتر عالم کا شیرازہ ہے تجھسے استوار

راہرو تیرے گذر جاتے ہین بیخوف و خطر
چاہے دریا راہ مین حائل ہو چاہے کوہسار

ناخدا کشتی کا بسکی ہوگیا اے عشق تو
بحر طوفان خیز ہستی سے بیڑا اوسکا پار

ایک ہی شئی ہے حصول نفع اور دفع ضرر
اصل ہے تو سارے افعال ارادی برگ و بار

حسن ظاہر حسن باطن نور و زر علم و عمل
سب کے سر پر تونے ہی رکھا ہے تاج افتخار

ہر جگہ اور ہر گھڑی تیری نئی اک شان ہے
میری آنکھون سے کوئی دیکھے تجھے ای سحر کار

کشتی دل کے لیئے لنگر نہوتا عشق اگر
جزر و مد جذبات نفسانی کا کرلیتا شکار

تیر اسودا سر سے جاتا ہے کہان ای مار زلف
گوشہ تاریک مرقد مین بھی تو ہے یار غار

جان سے بڑھکر کبھی تو تھا دل مردہ اعزیز
اب لیئے پھرنا بھی پہلو مین تجھے ہے سخت بار

اے سراب دہر تھی بےبود یہ تیری نمود
کھاکے دہوکا ہوگئے ہم یاس و حسرت کا شکار

کیونکر ای آنکھو بجھے تمنے لگائی ہے جو آگ
خوب ہی رو لو خدارا دل کا تا نکلے بخار

ای دل مایوس تیرے درد کا درمان نہین
جلد مرجا کہ تیرے حق مین اب یہی بہتر ہے یار

ہمکو کبتک تم ڈبوئے جاؤگے دہوکا ای حواس
اک نہ اکدن موت کردیگی حقیقت آشکار

گور تک گرپڑکے جب پہونچا تو بازی جیت لی
ٹھوکرین اس رہ مین کھائی ہین ای ای شہسوار

قیس کی آگے ترے شاطر کے چالی اکیا بساط
زندہ درگور آہ ہوجانا نہین ہے کھیل یار!

کیون جئین مرمرکے دل ہی پر نہو جب اختیار — یون ہی ناصح ایکدن ہونگے اجل کا ہم شکار

جی کی جی ہی مین رہی اظہارِ الفت کی امنگ — ہائے دل ہونے نہ پائے تیرے جوہر آشکار

ایدلِ زندہ تری کیا ہوگئین وہ شوخیان — آہی جاتا تہا اسے اُس شوخ کو بہی جن پہ پیار

ہمکو مایوسی سے نفسِ مطمئنہ ملگیا — تجھہ سے ہم راضی ہوے راضی ہوا تو ہم سے یار

زندگی کہتے ہین جس کو ہے مرض اپنے لئے — زہر سے ہوگی شفا ای چارہ گر ای غمگسار

دوست مرنے کی دعا کرتے ہین دشمن زیست کی — یاس کے ہاتہون ہم اس حالت کو اب پہنچے ہین یار!

مرگئے پر بہی ترے عاشق کی آنکھین وا ہین — جی گیا لیکن گیا ظالم نہ تیرا انتظار

اور اک معشوق پیدا ہوگیا ہے ہجر مین — دن کو تیرا موت کا رہتا ہے شب بھر انتظار

عشق کے مجرم کو دیتا ہے سزا خود اوسکا دل — نفسِ لوّامہ مین پوشیدہ ہین دوزخ بیشمار

اب اٹہائین ناز اس کمبخت دل کے کس لئے — خاطرِ دلدار سے کرتے تھے ہم بھی اسکو پیار

محتسب آخر خدا کے پاس جنت بھی تو ہے — کیون فقط دوزخ پہ ہے تیری سیاست کا مدار

ناک مین دم آگیا ہے پرسشِ بیصرفہ سے — جان کہائے جاتے ہین پہر عیادت آکے یار

چہیڑ کر ہمکو رلانے ہجر مین ایسا ہے کون — بیکسی لائین کہان سے غمگسارِ رازدار

واسطے ہم عشق کے پیدا ہوے ہین ای طبیب — یا ملی ہے حفظِ صحت کو حیاتِ مستعار

ان نصیبون پر بہی کرتا صبر لیکن کیا کرون — میری بدبختی کے بہی قائل نہین ہوتے ہین یار

ہے نہ یارائے گریز ایدل نہ ہے تابِ ستیز — پیچھے ہے جلاد اپنے سامنے تاریک غار

کسطرح عاشق ہوے حیران ہین ہم بھی کیا کہین — یہان سب کس امر کا ہوتا ہے ناصح آشکار

اپنا اپنا ہے مقدر بال و پر کا کیا گناہ — کوئی جل بجہتا ہے بلبل کوئی ہوتا ہے شکار

مرہے ہین ہم تمنا مین فنا فی العشق کی — اور تنازع للبقا مین سب ہین یان سرگرم کار

ہمکو ہر روز آفتون کا سامنا ہو ای فلک — اور ہو شہور پہر ہفتخوان اسفندیار

چشم کو بہی پہر گریہ رخصیت و فرصت ملے — تو ہی اک تڑپیگا کبتک ایدلِ پُراضطرار

سب تری رحمت کے ہین بے معرفت امیدوار
جسطرح مادر سے ہے مانوس طفل شیر خوار

نفس نمرود آز عقل اب ہین یان ہنگامہ زا
آمد آمد کا خلیل عشق کی ہے انتظار

مثل نی گرم فغان اس غمکدہ مین ہین تمام
ذرہ ذرہ ہی جہان کا درد دل سے بیقرار

سب کے سب اک منتظم کل کے ہین پرزے ایحکیم
عالم قدرت مین کوئی شئ نہین ہے نابکار

گورکن کے چھوٹے بچے مر رہے ہین بھوک سے
کوئی مرجائے تو جی جائین یہ ای پروردگار

کارگاہ دہر مین فعل عبث کوئی نہین
ایک نے کھائی اگر ٹھوکر تو سنبھلے تین چار

کیمیاگر اور قانع ہین یہی دو سیر چشم
کیمیا نام قناعت ہی تو ہے اے ہوشیار

ہے ہلاکت کا سبب افراط شادی و غمی
شئ واحد ہے مآل اضداد کا انجام کار

دامن دریا نے بھی ڈھانکے نہ ہرگز تیرے عیب
لاش ای فرعون نکلی تیری سالم برکنار

دھوکے کھا کھا کر وفا کے ہون وہ مایوس و خجل
ہنسکے رو دیتا ہون گر پوچھا کسی نے حال زار

آپ قاصد آپ اسکندر ہے نوشابہ بھی آپ
عشق کے آئینہ مین نیرنگ زا ہے حسن یار

کام سیرابون کو ای نادان سرابون سے ہے کیا
گھونٹ بھر پانی تو دے پھر دیکھ ہم ہین ہوشیار

یوم آخر اور خدا کا عمر بھر سنتے تھے نام
ناؤ مین دونون کو ای طوفان دیکھا ایکبار

حسن عالم آشنا کی خود نمائی دیکھئے
بے سنے بے دیکھے کور و کر بھی ہین شیدائے یار

مادی و صوفی و لا ادری و ملا و رند
حسن و یکتائی کے تیرے سب کے سب قائل ہین یار

بحر مین کودے تو ہین ای خوف آنکھین کرکے بند
آگے چلکر دیکھئے نادان ہین ہم یا ہوشیار

چاہ مین گاہے کبھی زندان مین گاہے تخت پر
ایک حالت مین رہا کوئی نہ یوسف! زینہار

کہائین کیا لیجائین کیا لے مزرع دنیا بتا
عمر ہے ناپائدار اور ہم بھی ہین بے اختیار

ہو فنا فی العشق گر منظور ہے تجکو بقا
جو ہوا بیدل وہ صاحبدل بنا ای ہوشیار

شکر ہے العشق تو نے دی زبان بہر فغان
آنکھ رونیکے لئے دی دل برائے اضطرار

عشق کو سمجھا کئے موصل الی المطلوب ہم
پردۂ حائل ہے وہ خود یہ کھلا انجام کار

نقطۂ واحد بنا ہے دائرہ ہے طرفہ سیر
شعلۂ جوالہ سے ہے حال عالم آشکار

ذرہ ذرہ مین ہین پنہان آفتاب نور بار
قطرہ قطرہ مین ہین مخفی بحر ناپیدا کنار

تیرے مجہولات بھی بڑھکر ہین معلومات سے
علم پر اپنے نہ ای عالم ہو نازان زینہار

مجھکو کیون خورشید پر دھوکا ہو روئے یار کا
مین نہین جمشید ا مست جام عشرت زینہار

عالم موجود نامحدود ہے اے فلسفی
عالم محسوس کامل کب ہے تجھہ پر آشکار

تارک شہوات ہے تو اے بخیل نفس کش
گر نہوتا بخل تو ہوتا حبیب کردگار

پرتو ہستی ہے تو مانا۔ مگر ہستی نہین
عکس کا ملحد ا ہمین ہے شخص کا ہے جو لیسار

ال پر کرتا ہے تو ایمان کو قربان ای حریص
اس سے بہتر ہے کہ کرلے دین زردشت اختیار

لاش کا میری نکر تو امتحان ای ڈاکٹر
زہر غم کے بہی کہین ہوتے ہین آثار آشکار

ساتوین گھر مین بٹھایا کس نے زہرہ کو بتا
ق
کیون نہ ای واعظ کرین پھر ہم تبون پر ل نثار

مشتری طالع پہ ناظر ہے یہ اسکا ہے اثر
وعظ سنکر ہوتے ہین اپنی خطا پر شرمسار

اللہ اللہ حال دل پر آنکھہ بہی روتی نہین
کون ہوتا ہے شریک بیکسی اے ہجر یار

ایک کا ہے رنج وجہ شادئ دیگر یہان
کیا کرشمے ہین ترے ای گردش لیل و نہار

یان نہ خیر محض ہے کچھہ اور نہ شر محض ہے
ق
ایک ہی شئ آج امرت اور کل ہے زہر مار

آگ جو برق بلا ہے از پئے نخل حیات
ای سمندر تیرے حق مین ہو وہی باغ و بہار

خود شناس و حق شناس و مردم موقع شناس
جو ہے ایسا دین و دنیا مین ہے بیڑا اسکا پار

کچھ کھٹکتا آنکھہ مین ہے اشک حسرت ہو تو ہو
دل کو ملتا ہے کوئی شاید ہے تیری یاد یار!

مہرہا پر نور از عکس تو ای شمس الشموس
جیسے اس سورج کے پرتو سے ہین ذرے نور بار

دمبدم ہمکو حیات تازہ ملتی ہے یہان
فیض مبدأ سے ہے غافل تو ہی سیل کوہسار!

جان پر جو جی فدا کرتے ہین وہ جو کہم مین ہین
عاشقان جانجان ہین خوف و غم سے رستگار

درمیان دو حرکتون کے اک سکون درکار ہے
موت برزخ ہے حیات و بعثت مین ای ہوشیار

اسکو لے ہند و جلاتے ہین یہان وقت وصال
آتش فرقت مین جو جلتا نہین ہے زینہار

ہے صف آرا اکطرف سارا جہان بہر مصاف
سر بکف ہے ایک جانب شاطر زار و نزار

تو نے ڈہانکے ہین ہمارے عیب ای خاکِ مزار
تا قیامت تیرے احسان کے رہینگے زیر بار

داورِ محشر نکر خوابِ عدم سے ہوشیار
ہمکو اب تک نشۂ دنیا کا باقی ہے خمار

تو بہی اُڑ جائینگے تیرے دہوین ای آسمان
ہو اگر ہم سے سر انجام ایک آہِ شعلہ بار

زہر تہا گہولا ہوا شاید پیالے مین ترے
ورنہ ساقی! مردہ کرتا ہے کہین دلکو خمار

آندہیون سے کیا غرض کیا زلزلون سے ہمکو کام
چار دن مین خود بخود مٹجائیگا اپنا مزار

ہر بلا آتی ہے ہمپر یا الٰہی کس لئے
کیا خراباتِ جہان مین اک ہمین ہین ہوشیار

وقتِ آخر یا الٰہی آنکہہ اپنی وا رہے
اب یہ حسرت ہے نکلتی ہم بہی دیکہین جانِ زار

سب تو صدمے سہہ چکے پہر موت کیون آتی نہین
کونسی باقی ہے اب آفت بتا لے روزگار

رکہ کے خنجر حلق پر پوچہہ آرزو اغیار کی
آزمانا ہو تو لے حاضر ہے تیرا جان نثار

خضر کی منت اٹہائینگے نہ بہر کاروان
ہم یونہی بہٹکا کرینگے دشت مین دیوانہ وار

ای محبت دیکہہ یہان کا رُخ مُصوّر کیطرح
حسرت و رسوائی و اندوہ ہے انجامِ کار

لیلیٰ محمل نشین کا ناقہ خود تیرا ہے دل
عرصۂ عالم مین ہے کیا خاک مجنون! جز غبار

ای ہوس کیمیا کا عشق ہے خود کیمیا
بنگیا ہے دیکہہ دل تیرا زرِ کامل عیار

ہوگئی دشمن اگر ساری خدائی بہی تو کیا
چہین ہی سکتی نہین ہم سے اجل کو زینہار

لٹ گیا سارا چمن مارے گئے سب ہمصفیر
آشیان اب ہم جلا دینگے کہ دل کو ہو قرار

کردیا تاراج سب سامان خوشا آزادگی
ہمنے چُن چُن کر نکالے تہے جو دامنگیر خار

کیون نہین کرتا قیامت ای دلِ وحشی بپا
تیری جولانگاہ اب لے دیکہہ ٹہرا ہے مزار

بیکس بے یار ہین زور آزمائے ای فلک
کشتنی ہین ہم یہ کر مشقِ ستم ای روزگار

کیون نہون قائل بقائے روح کے ای اہلِ دل
ہوتے ہم فانی تو ہوتا عشق بہی ناپایدار

آئے دن کے شعبدون سے تیرے جی اُکتا گیا
ذوق و عبرت کا نہین ہمکو دماغ اب روزگار

شاطرِ دوران نے دی شاطر ہین آخر کو مات
جتنے منصوبے تہے اپنے ہوگئے سب ہیچ کار

خاک کا پتلا ہے کیونکر نہ دائم بیقرار
ہے ضعیف الخلقت اوسپر کسقدر تعجیل کار

ماجرا گلشن کا بھولے اب کہان وہ ولولے
کیون قفس مین آکے چھیڑتی ہے ہمکو اے باد بہار

جنت و دوزخ ہے پنہان تجھہ مین ای صہبائے عشق
یا وہ نشّے کے مزے تھے یا یہ تکلیفِ خمار

فیضِ وصلِ گل سے تھے سب زمزمے اور چہچہے
کر رہا صیاد اگر سننا ہو گلبانگِ ہزار

ہم وہی ہین اور وہی گلشن ہے لیکن گل نہین
چشم و دل مین اب کھٹکتا ہے یہان ایک ایک خار

جل بجھین پروانے ناحق یہہ کسے منظور ہے
دوستو مجھکو نہین ہے حاجتِ شمعِ مزار

ناامیدی چشم و دل پر ہے مرے چھائی ہوی
میرے خاکستر مین اب باقی نہین کوئی شرار

اِک نہ اِک کی راہ ہم دیکھا کئے ہین عمر بھر
موت کا اب ہے تمہارا بھی کبھی تھا انتظار

یاس سا دلسوز تو کب تھا بتا ای داغِ عشق
جلگئے سب دل مین رہ رہ کر کھٹکتے تھے جو خار

چرخ کے سنگِ حوادث کا نشانہ ہین ہمین
ای حصارِ عافیت ای کنجِ تاریکِ مزار

مرگئے پر کون لپٹاتا تھا سینے سے ہمین
یہ بھی حسرت تو نے آخر کو نکالی اے فشار

عمر بھر جلتی ہے پروانے کے سوزِ غم سے شمع
خوابِ راحت سے مگر ہوتا نہین وہ ہوشیار

فصلِ گل مین کر رہا صیاد تیرا ہو بھلا
ورنہ مر کر چھوٹ ہی جائینگے ہم انجام کار

یاد ہے ای زندگی جو کچھہ کیا تو نے سلوک
وقتِ آخر کہہ سنائینگے اجل کو حالِ زار

ای بقائے روح ہر اک آرزو مین ہے خلش
کیا کرین جب تمنائے اجل مین بھی ہے خار

زالِ دنیا تو نے مردونکو دئے کیا کیا فریب
تیرا منہ کالا ہوا ای قحبہ خدا کی تجھہ پہ مار

زور تیرا کیا کہین اے نشۂ جامِ الست
کاہ سے کوہِ گران کا تو نے اٹھوایا ہے بار

نیک و بد مین کیا تمیز اوسکو فلک! انصاف کر
عشق کا رہتا ہے جسکے سر پہ کافر جن سوار

ای زمانِ ہجر تو طولِ امل سے ہے دراز
توبہ زندان سے بڑھکر وصل تھا ناپائدار

دولتِ بیدار ہاتھہ آکر گئی ہے خواب مین
کس سے ہم تعبیر پوچھین اے اجل ای رازدار

شور کر کے کیون جگاتی ہے ہمین اے عندلیب
ہو گیا جی سیر ہم نے دیکھہ لی گل کی بہار

ناخوشی سے یا خوشی سے دن گزر جاتے ہین یار
غمزدون کو کیون ستاتا ہے خدا کی تجھپہ مار
کوندتی تہی جو تصور مین وہی بجلی گری
اسنے ہی کاٹا گلا آخر دلِ مرحوم کا
خرمنِ دل کو اسی شعلہ نے خاکستر کیا
جسکا ڈر تہا دی اوسی شہ نے ہمین آخر کو مات
جسکی ہیبت سے بدن کا خشک ہوتا تہا لہو
لرزہ سارے جسم مین پڑتا تہا جسکے ہول سے
پیکے ہم جامِ ظہور آئیے یہان بہکے ہوے
شمع و پروانے کا کن آنکھون سے دیکھون اختلاط
آنکھ جب سے کہولی دیکھا اپنے سر پر آسمان
مر رہے ہین دردِ دل سے ہم نہ تڑپین کسطرح
آنکھ اٹھا کر دیکھ وہ سر پر ہے کس کے آسمان
گریۂ خونین بھی کرتا ہے کہین آنکھون کو سُرخ
حالِ باطن اپنا بھی مخفی ہے ای برگِ حنا
عشق کا آغاز دردِ دل ہے اور انجام داغ
یہ کبھی تھی جانفزا اور تہی کبھی سوہانِ روح
چاہ نے تیری ہی یوسف کو جھنکائے ہین کنوین
چھوڑکر گلزارِ قدس اس خاکدان مین آ پہنسے
ہم سیہ بختون کے پاس آتے نیکو ڈرتی ہے اجل
موت نے انسان کی خودبینی کا پردہ رکھ لیا

کرتے ہم شکوہ تیرا اگر عمر ہوتی پایدار
زہر لگتی ہین تری غمخواریان ای غمگسار
ق جسکا کھٹکا تہا وہی برچھی ہوی سینے کے پار
اپنی آنکھون مین چمکتی تھی جو تیغِ آبدار
جسکا آتے ہی تصور ہمکو چڑھتا تھا بخار
خوف تہا جسکا وہی نقشہ پڑا انجامِ کار
ہو گیا ہے اب وہی نشتر رگِ گردن کے پار
ہو گئی وہ اپنی قسمت کی قیامت آشکار
اس عذاب آباد سے لیچل ہمین جلد ای خمار
شمع کی حاجت شبِ فرقت نہین ای غمگسار
چین سے ہم کب رہے اے ہستیِ ناپایدار
ناصحِ بیدرد کیسے صبر کرلین اختیار
کیون اٹھایا ہے چمن نغمون سے سر پر ای ہزار
رات کو مَی پی تہی اے ناصح سو اُسکا ہے خُمار
اس دلِ خون گشتہ کی کسکو دکھائین ہم بہار
تلخ کامی نشّہ کے اوّل ہے اور آخر خمار
بوئے گل سے اب ہمین کیا کام اے بادِ بہار
ای زلیخا عشق مین تو ہی نہین ہے بیقرار
آگئی شامت ہوا جب نفس دون سر پر سوار
دم شماری کرتے ہی گذریگی تا روزِ شمار
ورنہ سب ناچار و پر سر رگڑتے تیرے یار

خونِ دل ہاں آج وش مین اے چشم تو رو زار زار
ای زبان فریاد کرلے دل تڑپ بے اختیار

عیش وغم خوف ورجا کس پر ہو ہم کو اعتبار
کونسی حالت بہلا ای دل ہے تیری پایدار

بہت پڑا ہے جن پہ یارب خوابِ نوشینِ اجل
انکو کچہ پروا نہین سو بار اگر بیٹھے مزار

پہلے ہوگا کون دردِ لادوا مین مبتلا
آبِ حیوان سے تمہارے خضر بہتر زہر مار

آبروئے عشق کو دیتی ہے مٹی مین ملا
دیکھہ توکیا کر رہی ہے ہائے چشم اشکبار

جو خردمند آپکو سمجھے وہ دیوانہ نہین
بس یہی اک عقل کی پہچان ہے ای ہوشیار

جو ٹھہرین قید ہون بازار مین آ کر بکین
حضرتِ یوسفؑ اسی قابل تہے کیون لے روزگار

تیرا کیا کہنا ہے اے اُمّ العلوم و بنتِ جہل
قوتِ علمیہ کا تجہپر ہی ہے دارومدار

جوہرِ فرد آئینہ نادانیٔ انسان کا ہے
دونون جانب ہین برابر کے دلائل بیشمار

وحی نے اوسکو سکھائے ہین ریاضی کے اُصول
ہو رہی ہے نخل سے بہی قدرتِ حق آشکار

رہچکے ہین ہم بہی ظلماتِ ثلاثہ مین نہان
اب ترا کیا ڈر ہے ای تاریکیٔ کنجِ مزار

رحم اور انصاف بہی ہین نام حُبِ نفس کے
سب مناتے ہین قدح کی اپنے اپنے خیر یار!

عقل کے سائے سے بہی اب بہاگتے ہین دور ہم
سُن لیا جب سے کہ ہے وہ راندۂ درگاہِ یار

کردیا اکسیر تونے خاک کو روحی فداک
ای مرے ہادی مرے رہبر مرے آموزگار

آفتون اور راحتون مین کرتے ہین ہم صبر و شکر
کیا یونہین کٹتے ہین لے دہری ترے لیل و نہار؟

یاالٰہی دل کی حالت تجہپہ سب آئینہ ہے
کیا کہین ہم تو ہے دانائے نہان و آشکار

حضرتِ زاہد ہمارا بہی بچھونا ہے زمین
آپسے نیکون کے سر پر ہی ہے چرخِ فتنہ بار

ایک سی شئی کوئی دنیا مین نہین ہے دوسری
ذرہ ذرہ سے ہے گویا تیری وحدت آشکار

جان لینی تہی توکیون ارمان نکالا دل کا ہائے
ذبح کرنا تہا تو کیون پانی دیا لے روزگار

بر ملا کرتے ہین ہم سے رندای واعظ گناہ
طالبِ خلوت نہو کیونکر نہین تو بادہ خوار

جی مین کیا ٹھانی ہے شاطر سیرِ دریا ہے یہ کیون
خیر ہے کمبخت ہے ہے کیا ہوا وہ اضطرار

ہین وہی ہمہرہان چتون سے تیری آشکار — ای فلک کیا آنکھہ اٹھاکر تجہکو دیکھین باربار
کیونکر آیا یکبیک طوفان اشک و آہ کا — ملک دل مین تو ابہی آب و ہوا تہی خوشگوار
پردہ رکھہ لے اپنی عریانی کا ای دامان دشت — آگئے سائے مین تیرے چہوڑ کر شہر و دیار
تیرے آگے ہے سر تسلیم ہر موجہ و حشم — طوعاً و کرہاً ہین ہم تیری عملداری مین یار!
وصل مین بہی جاگے فرقت مین بہی جاگے ہم وہ ہین — راتین سب یکسان ہین تیری عابد شب زندہ دار
عاشقی کہا کی ڈبویا نام ہی اسے کوہکن — دعوئ عشق اوسپہ یہ زور آزمائی ای گنوار
تجہکو مژدہ ای قفس ای آشیان تجہکو سلام — جامۂ صبا دے آتی ہے ہمکو بوئے یار
تجہکو ای دست جنون دامان یوسف کی قسم — پردۂ ناموس الفت کو نکرنا تار تار
زیر پا تہا گوشۂ امن و حصار عافیت — کی سمند عمر نے برسون مین طی یہہ رہگذار
کرئے ایدل حجرۂ زندان یوسف کا طواف — ذرہ ذرہ سے ہین جلوے حسن کے یہان آشکار
آنکہہ کاہے کیا گنہ ایمان کی دل! تو ہی بول — چشمکون پر برق کی کرتا ہے طے خارزار
ہم بہی روئے پر ہوی سر سبز کب کشت امید — کیا کرامت تجہہ مین ہے لے گریۂ ابر بہار
کچھہ نہین خوف و خطر راہ عدم ہموار ہے — بند آنکہین کر کے سب کرتے ہین طے یہ رہگذار
مرغ بے پر کو قفس ہی راس ہے ای ہمصفیر — لے مبارک ہو تجہی کو مژدۂ فصل بہار
ہم ہین بے پر گہر ترا صیاد ہے دار الامان — لے ہکانے اب لگا دے ہمکو پہر کردگار
آشیان گم کردہ طائر ہون ہے وقت شب قریب — آندہیان زناٹے کی چلتی ہین اڑتا ہے غبار
اب دل ویران مین ہے افسوس دخل بوم شوم — یوسف ذیشان کی تہا یہ بارگاہ تنگبار
رشک وہ ہے جس سے پہلا خون دنیا مین ہوا — تیغ کین کا بہائی نے ناحق کیا بہائی پہ وار
ہم گنہگارون کو فرصت زندگی مین کب ملی — داور محشر ہمین دنیا مین بہیج اک اور بار
ق
منکر موسی بہی تیرے ہاتھہ پر ایمان لائے! — لائی تو ای موج دریا کیا پیام مقبر یار
کس پر اب لاتا ہے تو ایمان گہر کر آب مین — وہ خدائی کیا ہوئی آخر تری ای نابکار

خواب ہی مین ملتی ہے جب دولتِ دیدارِ یار
کیون نہو یارب ہمین خوابِ عدم کا انتظار

راز جائیگا گل و بلبل کا اب بازار مین
ہے ہوا کے گھوڑے پر غازۂ بوئے گل سوار

زود فربہ زود لاغر خاصۂ انسان کا ہے
غم تو غم کب عیش کے قابل ہین ہم ای روزگار

ای گناہون کی سیاہی کرتے منہہ کالا مرا
ورنہ کیونکر منہہ دکھاوین یار کو روزِ شمار

ساتہہ کیا لائے تھے ہم جو چھین لیگا آسمان
لے جو لینا ہے یہ حاضر ہے حیاتِ مستعار

سخت جانی تجھسے شکوہ ہے فلک کا کیا گلہ
مر کے ہوجاتے ہم ابتک بندِ غم سے رستگار

ہمنے مانا سارے مردے جی اٹھین گے روزِ حشر
یہ دلِ مردہ نہوگا زندہ واعظ زینہار

آہ و نالہ شیون و فریاد زاری و فغان
ہمسے جو کچھ ہوسکا سب کرکے دیکھا ہمنے یار!

منزلِ مقصود تک پہونچائیگا بھی یا نہین
ای سمندِ عمر ہم کب تک رہین تجھہ پر سوار

ہے یہ کوہِ آتش فشان سینۂ سوزان نہین
سیلِ آتش ہے نہین یہ اشکِ گرم ای غمگسار

اے فلک کہا کر قسم کہتا ہون اپنی موت کی
ایک راحت کے عوض صدمے دئے تونے ہزار

اخدا غائب ہے طوفانِ حوادث کا ہے زور
بحرِ ہستی مین جہازِ عمر پر ہم ہین سوار

جان سے بیزار۔ دل سے تنگ۔ دنیا سے خفا
تونے دیکھا ہے کسی ایسے کو اے چشمِ روزگار

سانس بھی لینا ترے بیمار کو دشوار ہے
رحم کر ظالم نہ پوچھہ اسوقت اوس سے حالِ زار

عرصۂ ہستی کو تونے طے کیا اک آن مین
گرم رفتاری کا تیری پوچھنا کیا اے شرار

بیوفائی یار نے بھی کی دلِ زندہ نے بھی
چھوڑکر ہمکو چلا جس جس کو ہم کرتے تھے پیار

ڈوب مرجاتے جو ملتا چشمۂ حیوان ہمین
اے خضر ہم اور کرین آبِ بقا کو زہر مار!

کیون ستاتا ہے ہمین یا تو نہین یا ہم نہین
کرتے ہین تنگ آکے ابدل آج آہِ شعلہ بار

تونے کیا دیکھا یہان آکر تبسم ہے یہ کیون
آنکھہ ابھی کھولی ابھی کیون بند کرلی ای شرار

ملتی ہے شاہی بھی ظلِ ازدیادِ علم پر
ورنہ کیا حق اکبر اولاد کو اے شہریار

دیکھین اب کس پر پڑے چرخِ ستمگر کی نگاہ
ماتمِ شاطر مین ہے ساری خدائی سوگوار

وقتِ گریہ ضبط وقتِ ضبط رونا زار زار
ناک مین دم آگیا ہے تجھ سے چشمِ اشکبار!

تیری منطق پر نہین چلتی ہے دنیا ای حکیم
ہے مری امید پر قایم یہ دہرِ بے مدار

عالمِ طفلی و پیری و جوانی کیطرح
زیست کی ہے ایک حالت موت بھی ای ہوشیار

سانپ سا چھاتی پر اپنی لوٹ جاتا ہے وہین
جب ترے پھولون کے ہار آتے ہین یاد ای گلعذار

کیا خدائی مین تری یارب نہین گز بھر زمین
ایک کُشتے کو فلک کے چاہیے کُنجِ مزار

ہم دلِ پروانہ ہین ای بوالہوس جگنو ہے تو
ظاہری ہین گرمیان ساری تری ای خام کار

اوسکے ہم دشمن نہین ہین جو ہمارا ہے عدو
پیار کرتے ہین اوسے ہمکو نہین کرتا جو پیار

مرے لاکھون زندہ کرتے تھے مسیح اعجاز سے
ہو گئے آخر کو وہ خود ای اجل تیرا شکار

ابرِ رحمت مین بھی ہین ای واعظِ خود بین ضرر
برقِ خرمن سوز مین بھی ہین فواید بیشمار

اور اُلجھ جاتے ہین سُلجھانے سے عقدے دہر کے
اور حیرت غور سے بڑہجاتی ہے ای ہوشیار

کون آتا ہے سرِ گورِ غریبان بعدِ مرگ
ڈہیر سے مٹی کے زندون کو بھلا کیا کام یار!

ق دہوپ مین جلتے ہین بارش مین پڑے ہین بے پناہ
جو نہ واقف تھے کہ کیا ہے گرم و سردِ روزگار

آہ وہ خود ہو گئے ہین خاک۔ ملکر خاک مین
پاؤن رکھدینا بھی جنکو خاک پر تھا ناگوار

جنکا اب جی چاہے ٹھکرائے کرے پامال اونہین
سر گرانا جنکے قدمون پر تھا وجہِ افتخار

ڈہور چرتے ہین اب اونکے آس پاس ای بیکسی
جنکے دربارون مین انسان پاتے تھے مشکل سے بار

ہے جدائی مین تری دنیا مجھے بیت الحزن
ای مرے یوسف مرے غمخوار دل ای مرے یار

تم نہ اب تک سمجھے رازِ ہستیٔ موہوم خضر
آنکھہ کھلتے ہی حقیقت پاگیا یانگی شرار

○ ناخدا اب تو ہے ای طوفان جو چاہے سو کر
جھونکدے گرداب مین یا اپنی کشتی کردے پار

گونجتی ہے کان مین ابتک وہ آوازِ درا
یاد ہے وقتِ سفر وہ کچھہ نہ کہنا تیرا یار!

ای دلِ پر آرزو کس نے لگائی تجھکو آگ
جل رہا ہے جیسے صحرا مین درخت باردار

غیر کی جب آنکھہ روئی رو دیا اپنا بھی دل
صبر فرسا تجھ سے بڑھکر رشک ہے ای ہجرِ یار

ہاے کیسی تجھسے نادانی ہوی اے ہوشیار
بنکے دیوانہ نہ کیون خلوت مین پایا اوسکی بار

ہمکناری کیلیے کیون وا ہے آغوش کنار
اپنی کشتی ہو چکی باد مخالف کا شکار

ہم دبے جاتے تھے کچلے جاتے تھے اس بوجھ سے
عشق نے سر سے دیا بار امانت کو اتار

میرے جینے کی ابھی شاید انہین امید ہے
ورنہ کیا پھر عیادت بے سبب آتے ہین یار

نشۂ لاتقنطو مین چور ای واعظ ہین ہم
فکر فردا ہو مبارک اونکو جو ہین ہوشیار

کسقدر ہم عشق مین کامل ہین دیکھا ای بوالہوس
وامق و نل قیس اور فرہاد سے ناصح ہین چار

روح حیوانی مین ساری روح انسانی نہین
مرکب باد بہاری پر ہے بوے گل سوار

سخت مشکل مین ہون مین اور پاس ہین اُف دوستا
اب مسیحائی یہی ہے زہر دین تیماردار

پاس پیمان وفا ایدل ہوا کیا ہاے ہاے
دیکھہ شرمندہ کیا کس سے ہمین اے نابکار

دلکو دنیا سے اٹھا کر آئے ہون جب تیرے پاس
کیا ریاضت کا نہ ای راہب اٹھیگا ہمسے بار

ہو چکا ہونا تھا جو کچھ اب تجھے کیا خوف ہے
ایدل آفت رسیدہ کیون ہے اتنا بیقرار

اشک ہے سرجوش تلخاب گداز لخت دل
نالہ موج نبض ساز سینۂ عشاق زار

جان سے بیزار ہین کیا کام تجھسے اے جہان
کیون نہو ہنگامۂ محشر کا ہم کو انتظار

دیدنی ہے دلفریبی عیش غم انجام کی
وقت آخر تک ہی انسان مثل طفل شیرخوار

پیکر خاکی کو ہے معراج حاصل روح سے
شہپر پروانہ ہے موج ہوا پھر غبار

آخر اکدن زندگی کی داد کو پہونچیگی موت
امتحان کیوقت کیون گھبرائین کیون ہون بیقرار

آسمان مردان عالیقدر پر کرتا ہے ظلم
ہم اگر یوسف نہین تھے کیون ہین پھر بطرح خوار

جام پرجم کو سکندر کو تھا آئینہ پہ فخر
شیشۂ بشکستہ دل پر ہے ہم کو افتخار

آڑے آجاتا ہے انسان و دل انسان مین تو
تیرے ہی چوگان کے قبضہ مین ہے دل کا گیند یار

آنکھ کا روزن نہین شاطر بقدر جوش خون
اب مرے سینہ کو کردے چاک کوئی غمگسار

ہے دم آخر ہی شاطر حاصل عمر عزیز
عمر بھر ہر دم اسی دم کا تھا ہمکو انتظار

ہین لطیفے اسکے ای رازی ہمین پر آشکار
مصحف دل کا مفسر تو نہین ہے زینہار

قبلۂ دل عشق ہے اور کعبۂ جان عشق سے ہے
ہم اوسیکو سجدہ کرتے ہین نہان و آشکار

دل وہ مقناطیس ہے زائل نہو جسکی کشش
زلزلے گو جسم کے کشور مین آئین بیشمار

کشتگانِ عشق کو برزخ ہے زندانِ جہان
زندگی کہتے ہین جسکو موت کا ہے انتظار

ہم کبھی کرتے تھے رم صیاد! اب تو رام ہین
خود چلا آتا ہے لے ڈالے ہوے گردن شکار

گر دلِ دلدار کو ہو کر جیئے تو کیا جیئے
بیحیائی ہے نہین یہ زندگی اے ہجر یار

ایک یخ پارہ ہے سینے مین دلِ مردہ نہین
جب یہ انگارہ تہا پیہم اس سے اڑتے تھے شرار

کسطرح آنسو پیون ظالم بھرا آتا ہے دل
زہر پینا اس سے تو آسان ہے ای غمگسار

جانِ جان روحِ روان ایمانِ ایمان عشق ہے
جی فدا جان اوسپہ قربان دین و دل اوسپر نثار

فی الحقیقت کیا ہے تو ای شور رحمت ہے کہ قہر
لوگ کچھ خائف ہین تجہسے کچھ ہین تیرے خواستگار

ہم بھی رکہتے ہین خدا آخر سمجھکر ظلم کر
ہمنے یہ مانا کہ ہین عاجز بہت ای روزگار

غفلت و حیرت سے فرصت کب ملی ہمکو یہان
رونے بھی پائے نہ ہم جی بھر کے ای ابرِ بہار

آہنِ تیرہ درون آلودۂ صد زنگ ہے
جذبِ مقناطیس اگر اعجاز اپنا آشکار

تجھسے ٹھنڈا ہے کلیجہ ای دلِ دوزخ سرشت
ہم نہ بدلینگے کبھی جنت کو تجہسے زینہار

موت کی مانگی نہ زندان مین تو ای یوسف دعا
ہو گیا جی سیر اب دولت سے کیون ای ذیوقار

اے عدم کے جانیوالو تمکو حورون کی قسم
یار کو جا کر سنا دینا ہمارا حالِ زار

تو نے ناحق برق کو تکلیف دی ای آسمان
تھا جلانے کو گیاہِ خشک کے بس اک شرار

عشق کے کشتے کو ناحق کرتے ہو دق ای نکیر
دین و ایمان قبلہ و کعبہ ہے اوسکا عشقِ یار

عیدِ قربان ہاے آئی ہے فراقِ یار مین
آج تو ہی مل گلے سے میرے تیغِ آبدار

اوسکو نادانون سے یہان ملتا ہے دیوانہ لقب
ہو گیا قیدِ علائق سے جو کوئی رستگار

جسقدر مختارِ مطلق ہے خدائے لاشریک
شاطرِ بیکس بھی بس اتنا ہی ہے بے اختیار

توبہ کر موجد تناسخ کے! خدا کی تجھپہ مار
ہمکو تو زندان مین لایا چاہتا ہے بار بار

زندہ دارِ دل حرارت عشق کی ہی جسطرح
گرمیٔ دل پر حیاتِ جسم کا ہے انحصار

پہلے اپنے دل کو تو سمجھا لے اے دہری حکیم
تیرے انکارِ زبانی کا نہین کچھ اعتبار

بند اک چھوٹے سے کوزے مین ہی دریا طلسم
واہ رے دل تجھ سے ہے قدرت خدا کی آشکار

کوئی ضامن پہلے لا زاہد ہماری موت کا
پھر نہونگی سختیان طاعت کی ہمکو ناگوار

آسمان کے ظلم کو کافی ہے منطق گرگ کی
ہے خطا یہہ بھی کہ دریا مین اڑایا کیون غبار

یان کی شاہی کو بھی ہے اے برہمن اپنا سلام
پھر خدا لائے نہ اِس بیت الحزن مین زینہار

دیکھ شیرین! لے سمجھکر کوہکن کا امتحان
اپنے ہاتھون اپنے پاؤن پر کلہاڑی تو نہ مار

راہبر کی کیا خوشامد اسکو کیا رہزن کا ڈر
جس مسافر کا فقط صحرا نوردی ہو شعار

آرزوے مرگ مین ہر روز آتا ہے مزہ
تا قیامت یہہ رہے یارب سلامت انتظار

خوابِ صیاد اور شے ہے خوابِ خرگوش اور ہے
غافلو رہتا ہے دل مستونکا دائم ہوشیار

اے زنِ ہندی اگر ہے دعوئے مردانگی
تن کے بدلے من جلا کر بھسم اَی سوگوار

روئے تھے وقتِ ولادت روئینگے ہم وقتِ موت
گریہ ہی گریہ ہے یان گہوارہ سے لے تا مزار

گر نہ سُن پاتے صدا ہم خود تری روزِ الست
اُنکلون پر عقلِ ناقص کی نہ آتا اعتبار

کیون نہون لوگ اب بھی گرویدہ عجوزِ دہر کے
اُسکے چہرہ پر جوانی کا نمک ہے برقرار

انتظارِ موت کو تشبیہ کس سے دیجئے
یہہ مثل ہے موت سے بھی سخت تر ہے انتظار

ہان چھوا بھی تو نہین ہمنے عروسِ دہر کو
کِس گنہ پر اے فلک کرتا ہے ہمکو سنگسار

چڑھ چکے کعبہ پر ہے آیا لشکرِ اصحابِ فیل
ملک دل مین یا ہے فوجِ یاس گرمِ کارزار

اک جواہر پارہ ہے سینہ مین غافل دل نہین
جب یہہ ترشیگا تو ہونگے اسکے جوہر آشکار

واعظِ مغرور تو ہوتا اگر میری جگہ
اسمین کیا شک ہے کہ ہوتا تو بھی رندِ بادہ خوار

ہر چہ باداباد ہے آغازِ درسِ عاشقی
کام کیا لیت و لعل سے اسکو جو ہے مردِ کار

تجھ سے بڑھکر ہمکو زاہد! حشر کا ہے انتظار ۔۔۔ کان مین کہتا ہے کچھہ صدق دلِ امیدوار

اے مباحث اختلاف آرا کا ہو جائیگا دور ۔۔۔ پہلے گر ہر لفظ کی تعریف پا جاے قرار

یہہ خوشی یہہ بیخودی ہے کسلئے اے طفل خو ۔۔۔ ارشمیدس! کھلگیا کیا تجھپہ رازِ روزگار

رشک کے قابل ہے ملا کا طریقِ عاشقی ۔۔۔ ہے حریفون کا ہی خود راہبر تاکو سے یار

دل نیا دلبر نیا ہر روز گر پیدا بھی ہو ۔۔۔ ہم نہ بھولینگے دلِ مردہ کو یارب زینہار

روز اپنا ہے سیہ تیرے بغیر اے نور چشم ۔۔۔ ہمکو کیا عالم مین لاکھون شمس ہین گر نور بار

ہے یہ دیوِ نفس ای رستم نہین دیو سفید ۔۔۔ زیر کرلینا اسے آسان نہین ہے زینہار

جانتے ہین تیری کمزوری بھی اے سقراط ہم ۔۔۔ تیری اخلاقی شجاعت تو ہے سب پر آشکار

لیکے تجکو کیا کرین اے طوطیِ شیرین زبان ۔۔۔ فاختے کا تجھہ مین دل ہوتا تو کرتے ہم بھی پیار

پھنسگئی دیکھا مزہ چکھا عسل کا اے مگس؟ ۔۔۔ لذتِ عیش جہان گویا ہے گنج زیر مار

صبر بھی ہے غم بھی ہے تریاق بھی ہے زہر بھی ۔۔۔ فیضِ فیاضِ ازل پر ہین دلائل بے شمار

بھاڑ مین جائے اے شناس تو اور تیرا دین ۔۔۔ کور باطن! تجکو کچھ سوجھا نہ فرقِ نور و نار

دست و بازو سے جو اپنے کام لیتے ہین یہان ۔۔۔ مائدے او منّ و سلوی کے نہین وہ خواستگار

محشرستان کیا نہین ہے عالمِ کون و فساد؟ ۔۔۔ واعظِ نادان نکر اندیشۂ روزِ شمار

علمِ حق اصلی سبب ہر شے کا ہی اے فلسفی ۔۔۔ اور مقدم واسطے ہوتے ہین تجھپر آشکار

مرتے ہین واعظ کے ہمسایہ مین بھوکون بینوا ۔۔۔ گھاس بڑ کے سایہ مین اگتی نہین ہے زینہار

کسطرح انکار نیکی کا مین اے دہری کرون ۔۔۔ گوشِ دل مین آتی ہے آوازِ حق لیل و نہار

ہاے گلچین مرگیا یا کوئی گل تازہ کھلا ۔۔۔ کچھہ پتا دیتا ہے آخر بوئے گل کا انتشار

کسلئے گھبرا رہا ہے یا الہی اپنا دل ۔۔۔ آج کیون ہم آسمان کو دیکھتے ہین بار بار

راز بھی افشا نہو اور دل کی بھی نکلے بھڑاس ۔۔۔ اے مرے دیوار و در سن لو تمہین احوالِ زار

غیر کی بھی موت ملسکتی تو لے لیتے ضرور ۔۔۔ زندگی سے اسقدر ہم تنگ ہین اے ہجرِ یار

دلبری یا شیوۂ دلدادگی کر اختیار
قلزمِ عشق اور سما جائے حبابِ عقل مین!!!
کان سے کیا کام جب آتی نہین آوازِ دوست
کہہ رہے ہین کاخِ کسرےٰ قصرِ قیصر کے کھنڈر
ہم جدا ہو کر بھی اے صیاد ہین تیرے اسیر
مجمعِ جہال مین واعظ کلیم اللہ ہے
کونسی راحت تجھی کو خاص ملتی ہے یہان
وصل مین جینے پہ مرتے تھے ایسکی ہے سزا
آنکھ سے دیکھا ہے کس نے آنکھ کو بیواسطہ
موت کا بھی وقت آجائیگا کوئی دن ضرور
بعدِ مردن دل ہمارا چیر کر دیکھ اے طبیب
گہر کے دریا مین پکارا تہا جسے **فرعون** نے
ہم ہین محتاجِ وجود اور یار مشتاقِ نمود
داد ریغا بچۂ دیو لعین مین حور ہے
گو بظاہر مختلف ہین فی الحقیقت ایک ہین
دم نہ دے ہان کر نہ دعوئے انا البحر اے حباب
مثلِ مرغِ رشتہ بر پا ہم ہین پابند حواس
آئینہ صورت مین وان یان صورتِ آئینہ مین محو
لے خبر مرغِ گرفتارِ قفس کی بھی ذرا
اے فریب آبادِ گیتی شعبدے دیکھے ترے
کیا ڈراتا ہے جہنم سے ہمین اے بیخبر

زیست بے داد و ستد دل کی ہے شاطر ناگوار
پا نہین سکتا ہے مطلق کو مقید زینہار
کیا غرض دیدہ سے جب حاصل نہین دیدارِ یار
دیدۂ عبرت سے دیکھین ہمکو اہلِ روزگار
طائرِ قبلہ نما ہوتا کہان ہے رستگار
خرسِ صحرا مین ہے بیشک بو علیٔ نامدار
کونسی آفت ہمین پر آتی ہے اے شہریار
اب جو جیتے ہین مر کے دل سے ہمین اے ہجرِ یار
عقل سے ہم عقل کو پہچانین کیا اے ہوشیار
دل کو یہہ دیتی ہے ڈہارس گردشِ لیل و نہار
ایک نادر راز ہو جائیگا تجھپر آشکار
ساری دنیا کا ہے اے دہری وہی پروردگار
ہے مقید چشم مطلق آفتاب نور بار
اسمِ اعظم کی ہو یارب جلد تاثیر آشکار
ابر ہو باران ہو یا شبنم ہو یخ ہو یا بخار
دم بخود ہو تیری ہستی کا ہوا پر ہے مدار
خواب نے اس رمز کو ہم پر کیا ہے آشکار
فرق ہے غیب و شہادت مین یہی اے ہوشیار
گرچہ اے ہمدم بہارین باغ کی ہین دلفگار
یان حقیقت جسکو ہم سمجھے وہ نکلا اعتبار
ہم ہین واعظ!! رمز فہمِ شوخیٔ گفتارِ یار

اک نہ اک دن اسپہ جھگڑینگے سگِ مردار خوار ‏ صید جو ہوگا نہ اے ناوک فگن تیرا شکار

تھے وہ بندر حق کو کیونکر جانتے اے **ڈارون** ‏ اپنے آبا کی تجھے تقلید پر ہے افتخار

کیا مشیت مین خدا کی تجکو اے انسان دخل ‏ کرتے ہین چون وچرا کب تیرے کامون مین حمار

اہرمن کی کیا ضرورت ہے بدی کیواسطے ‏ باعثِ سایہ نہین کیا آفتابِ نور بار

کچھہ فقط دل ہی نہین صیدِ کماندارِ ازل ‏ مرغِ بسمل کیطرح ہر ذرہ ہے یان بیقرار

تو چڑھی کب تک ہیگی اے کمانِ آسمان ‏ تیر بارانِ حوادث سے ہے ہر اک دل فگار

خود تماشا خود تماشائی تماشاگر ہین خود ‏ سیر طرفہ ہے تھیٹر مین ترے اے روزگار

کچھہ ہوا برباد اور کچھہ خاک مین رل ملگیا ‏ نار کا گلزار تونے کیون کہلایا اے انار

تم دیارِ جسم مین ہو حکم بردار اے حواس ‏ روح کو کہئے اگر سردار دل ہے پیشکار

خامشی مین فکر گویائی مین ذکرِ دوست کر ‏ اور کیا تدبیر ای عاشق ہے بہرِ وصلِ یار

خندہ بیجا کیا تھا گریہ اب کرنا پڑا ‏ مرگِ دل کا ہے سبب افراطِ ضحک ای ہوشیار

ریگ زارِ وہم آگے اور پیچھے ہی سراب ‏ رفتہ وآیندہ خوش اورحال ہے ناسازگار

ہیچ ہی وہ بے رجوع و بے خضوع و بے خشوع ‏ ہون دعا مین قلب وارکان ولسان سرگرم کار

چشمِ سر کو ہو مبارک خلوۃِ وحدۃ کی سیر ‏ جلوتِ کثرت کا چشمِ سر اگر ہے جلوہ زار

یہہ ہے پابندِ ہوا اور وہ ہے مستِ جامِ ہو ‏ مادّی ہے منکرِ وحدت نہ صوفی زینہار

تیرے پہلو مین تہا خود دلنگر گھڑی کا **گیلیلیو**! ‏ خارجی شئے پر نظر کی شرم شرم اے خام کار

شاطرِ دوران کے منصوبون پہ کیون کرتا ہی غور ‏ کرکے حل شطرنج کے نقشون کو دیکھہ ای ہوشیار

خواب کو گونگے کے تعبیرین پریشان کیا کرین ‏ اب خیالی عیش وغم پر زندگی کا ہے مدار

سر پہ ہے بارِ امانت بارِ عصیان بارِ غم ‏ چارہ گر اب اُٹھہ نہین سکتا ترے احسان کا بار

واعظِ نافہم تجہہ پر فرض ہے صوم و صلوٰۃ ‏ ہم سیہ بختون نے دیکھا ہی کہان روئے نہار

سُلمی برہان ہے بیشک سفسطہ اے فلسفی ‏ انتہا طولِ شب غم کی نہین ہے زینہار

دل مین آئینہ کے کس نے گھر بنایا استوار — دوستی کا سادہ لوحون کی نہین کچھہ اعتبار

سانپ کا کاٹا نہ سوئے کسطرح ای بوالہوس — دل کوئی بچھو کا کاٹا ہے جو روئے زار زار

مرنے جینے کا مزہ جاتا رہا جاتا رہا — زندگی سے خودکشی کچھہ کم نہین ہے ناگوار

کیا ملا علمِ یقینی سے ہمین اے **کامٹی** — ہین شبِ فرقت دعائین پھر رہی بھر نہار

اے **فلاطون** تو بھی مخزون ہی مگر مجنون نہین — اک قلق اسکا نہ لاکھون تیرے عقلی انتشار

ہم برہنہ پا ہین ٹھوکر کھا کے جائینگے سنبھل — الحذر تو اور ناہموار راہ اے شہسوار!

اے زبان تجکو مزاجِ دل مین کیونکر دخل ہو — ہوتے ہین ہر وقت خود اسپر ارادے آشکار

زیست سے بیزار ہین مرنے سے گھبراتا ہی دل — تیسرا عالم کہان سے لائین اے پروردگار

مولوی و فلسفی کی ساری بحثین ہین فضول — فطرۃ و قسمت حقیقت مین ہین ایک ای ہوشیار

اے زلیخا پیشوائی کے لئے آنا ضرور — قید خانہ سے ترا یوسف ہو جبکہ رستگار

تجھسے ہی اے عشق قائم ہے نظامِ دو جہان — گھومتے ہین گرد تیرے سب کے سب سیارہ وار

ٹھہرے ہم ڈاکو سکندر کا لقب فاتح ہوا — کوئی کیا سمجھے تری نیرنگیان اے روزگار

دور کیا کیسا تسلسل اول و آخر ہے وہ — دائرہ کی ابتدا ہے انتہا اے ہوشیار

ٹوٹتے تارے بھی ہین جھڑتے بھی ہین گل سیکڑون — ہے مگر چرخ و زمین ہاتم پہ روہی اگلی بہار

وقتِ شادی خلوتِ عشرت مین روتی ہی عروس — اس شبستان مین ہین توام عیش و غم اے ہوشیار

ہے فنا انجامِ راہِ عشق اے جذب و سلوک — عاشقِ معشوق کش معشوقِ عاشق کش ہے یار

ہین خط توام کے صفحے دو مگر مضمون ایک — عبد و رب گر جمع ہون ہو جائے وحدۃ آشکار

معنئ تنزیہ ہے وہ صورتِ تشبیہ یہہ — حسن فانی ہے تو باقی عشق ہے ای ہوشیار

اختلافِ جذب و دفعِ ارض سے ہے مختلف — وزن خود فانی ہے جسپر مادہ کا ہے مدار

یہہ تڑپ گرد در ہو سیماب سیمِ خام ہے — دل ہے خود معشوق زائل ہو اگر یہہ اضطرار

باعثِ طولِ امل ہے مال اور وجہِ الم — مادہ ہے ایک صورت مین ہی فرق اے ہوشیار

ہم ہین آہ اسباب مین جکڑے ہوئے روزگار
زندگی تو زندگی مرنے پہ کب ہے اختیار

جو نہین ہے تیر اگر دیدہ وہ بے ایمان ہے
یاس و خوف و غم سے وہ ایمن نہین ہے زینہار

بعد مرنیکے بھی حیوانات دے جاتے ہین کام
خود غرض انسان کی میت دوشِ یاران پر ہے بار

طالب مولیٰ ہے گر اے شیخ کیون کرتا ہے فخر
ترک کر بالکل طلب اور فقر کو کر اختیار

ابتدا صوفی کی جہل اور انتہا عین الیقین
علم آغاز حکیم اور حیص و بیص انجام کار

دیدۂ عبرت سے دیکھہ انجام مرگ کو ہکن
تخم ملک خاک مین لاتا ہی خسرو! برگ و بار

عید اور عاشور دونون کی حقیقت کھل گئی
دیکھکر اسکو ہوے جب خواب سے ہم ہوشیار

جستجوے کاروان اک پا شکستہ کو بھی ہی
آنکھہ مین پڑ جاتا دینے سے حاصل اے غبار

دو جہان کو کر دیا ہے ہمتِ عالی نے رد
وہ الگ عالم ہے رہتے ہین جہان عشاقِ زار

عقل قاصر ہے سمجھنے مین ترے اے دِل پُر
کاہ سے ہی زود رین کم کوہ سے بھی استوار

ترکِ عادت سے ہین ناشی عیش و غم خوف و رجا
چشمِ غائر مین ہے ہر وحدت سے کثرت آشکار

شوخیان اسکی پسِ پردہ ہین اور بے پردہ شرم
یہہ ادا اگر ہی ہے بیخود ہمکو اور وہ ہقیدار

قوتِ جسم و دماغ و روح و دل گر ہے درخت
مال و علم و عشق و نیکی اس شجر کے ہین ثمار

چاہیے تو برباد کر معدوم ہونیکا نہین
منتشر ہوگا فضا مین اے فلک اپنا غبار

بنگئے ہین بو لہب بو جہل گو دل اور دماغ
عشقِ پیغمبر کو کچھہ پروا نہین ہے زینہار

قدرت و علم و ارادہ راحتِ دنیا و دین
اے ارسطو کیا عمل کے ہین یہی اسباب چار

گر مدادِ ہفت قلزم صرف ہو ہر رقم
ہو نہ اک قطرے کی بھی خاصیتون کا انحصار

بدھ کہین نادر کہین حاتم کہین قارون کہین
کیا کرشمے ہین ودیعت تجھہ مین اے مشتِ غبار

خرد بین سے خاکمین گل کی نزاکت مل گئی
حُسن کو تو چشمِ غائر سے نہ دیکھہ اے ہوشیار

گوشِ لذت یابِ صوتِ سرمدی کے واسطے
تیرے نغمون کی نہین حاجت نکیسا زینہار

تیر اشاطر ہے جہان مین مظہر اعجازِ عشق
جانے دے مجنون پہ دیوانی کو گر ہے افتخار

بعد مرنیکے تو باقی ہے امیدِ وصلِ یار
گرچہ* ہے اے مادّی جینا ہمین بھی ناگوار

عشق کی گرمی نہین جس شے مین وہ نابود ہے
برف کے ٹکڑون کی ٹکر سے بھی پیدا ہون شرار

قلزمِ سیماب سے پیدا ہوا ہے آفتاب
یا دلِ بیتاب سے اٹھا خیالِ روئے یار

ایک فانی دوسرے فانی پہ مرتا ہے یہان
یہہ عجب لی دہرِ فانی کی ہے اے پروردگار

دل سے دل ملتا نہین پیدا بھی ہون گو ایکساتہہ
حالتِ اطفالِ توام سے ہوا یہہ آشکار

مجکو تو کیا مل گیا ساری خدائی مل گئی
قوتین سب ہیچ ہین دل کھنچ گیا جب سوئے یار

قلعہ گیری ملک داری سے ہو خاطر جمع کیا
اے **سکندر** کر طریقِ دیو **جانس** اختیار

قتل وغارت سے چڑہا یہہ دار پہ وہ تخت پر
رنگ کیا کیا لا رہی ہے گردشِ لیل ونہار

فتنۂ دجالِ نفسِ شوم سے مجکو بچا
اے مسیح عشق تیرا نزع مین ہے انتظار

تیرہ بختی نے تجھے اندہا کیا ہے مادّی!
کاتبِ تقدیر ہے مرآت کف سے آشکار

علم وعقل وحسن ونیکی زور وزر سب آیات ہین
عشق ہے اصلِ **انرجی** اور وہی ہے برگ وبار

گریۂ شادی کہین یا اشکِ غم اے ہمنشین
نزع مین آیا کوئی رونے لگے ہم زار زار

ادہرے دل سے ہون جیتا حشر کی امید پہ
گرچہ چشم وگوش ہین محرومِ فیضِ وصلِ یار

جاننا کیا سہل تہا اشیا کے افعال وخواص
غالبًا ہے فنِ طب کا کشف پر اے دل مدار

غور کر خفاش طینت دل ہی اے دہری ترا
رات بین کچہ کچہ دکہائی دیتے ہین انوارِ یار

حاتم اور **قارون** نے افراط اور تفریط کی
دینِ بیضا نے سخاوت کو کیا ہے آشکار

شیشۂ سیماب دل مین جزر و مد کا ہین سبب
مثلِ مقیاس الحرارت سرد وگرم روزگار

ق
ہم گرین دریا مین **اسپنسر** کہ تجکو پھینک دین
چلتے چلتے اپنی کشتی ہو گئی سوراخدار

خودکشی وخونِ ناحق دینِ قیّم مین ہین جرم
ہے وسط مین بال سے باریک راہ استوار

دینِ فطرۃ کا سکہاتا عشق انکو مسئلہ
ایک کشتی مین جو ہوتے لیلی ومجنون سوار

دائرہ بنتا ہے از قوسینِ حبِّ نفس وخلق
نقل کا اخلاق کے۔ مرکز پہ جسکے ہے مدار

اسطرح اب عمر کٹتی ہے تیری فرقت مین یار
مجھکو شرمندہ اجل مین زندگی سے شرمسار

اب نکرنا اسے جہنم نعرہ ھل من مزید
اک جہان معصیت ہو نیکو ہے تیرا اشکار

گرم ہے ہنگامہ بیکار بہر زندگی
ساحت ہستی ہے گویا عرصہ گاہ کارزار

ملک دل مین آگیا طاعون یارب یا وبا
حسرتین سب مرچکین لاشے پڑے ہین بے مزار

حسن صورت پر نظر ہے تیری اے ظاہر پرست
تو ہے دلدادہ بتون کا ہم ہین آزر کے نثار

اے سکندر اسکو کہتے ہین بنانا آئنہ
دل کے آئنہ مین ہے صانع کی صورت آشکار

زیست سے بیزار ہین مرنے سے گھبراتا ہے دل
تیسرا عالم کہان سے لائین اے پروردگار

دل تڑپتا ہے فراق مرگ مین شام و سحر
یا ہے ہجر بحر مین ساحل پہ ماہی بیقرار

گر نہین ہوتی بدی نیکی کو کیا ہوتا فروغ
خال و خط چمکاتے ہین زاہد یہان نور عذار

گر مجوسی اب کہان روشن ضمیری اب کہان
آفتاب کائنات دل ہے زیر ابر تار

سیب کا گرنا کہان کیسا کشش کا مسئلہ
حکمت آموز دل دانا ہے ایک اک برگ و بار

جابجان ایمان نیکی معنی حسن و خرد
عقل نے ہمکو سکھاے ہین یہی القاب یار

تیرے ظلمت خانہ کو کیا جائین ہم اے مادی
اپنی دنیا سر بسر انوار کا ہے جلوہ زار

ہر طرف سے آتی ہے آواز انا الموجود کی
ہم ہین ششدر یا الہی راستے ہین بیشمار

ہین زمانہ کے مصائب باعث تہذیب نفس
ہتنی شفقت یہ ہے استاد کی اے طفل مار

راستون سے وہ حواس خمسہ کی آیا نہین
پھر مکان پنج در مین ہے مکین کسطرح یار

بنگیا ہے دل ابھی دوزخ ابھی ہنا زمہریر
ہے تلون آشنا دل یا مزاج روزگار

غور کر یہ ہے ممتنع بالذات ادراک عدم
شے آخر ہے عدم ادراک کا اے ہوشیار

مادہ کہتے ہین جسکو ہے وہ صورت روح کی
شمع کی فانوس ہے اس انجمن مین پردہ دار

کھینچتا ہے دلکو بڑھکر پیار سے تیرا عتاب
درد وہ درمان ہے جو لائے نوید وصل یار

ہے دعا مین بھی اثر گر ہے دوا مین فائدہ
کم نہین خاک شفا آب بقا سے زینہار

دل پور ر رد یا صادق ہین بڑے دو معجزے
جن سے اے منکر ہین علم و قدرت حق آشکار

ہے مری تیغِ زبان شاطر علیؑ کی ذوالفقار
اور عصائے موسوی ہے خامۂ معجز نگار

طائرِ سدرہ ہون مین ہے کون میرا ہمصفیر
سمجھیگا کیا خاک تو نغمونکو میرے اے ہزار

دست و دل اپنا بھی گوہر ریز و گوہر خیز ہے
ابر و دریا ہے تمہارا منعمو! جن پر نثار

عیسئے دوران ہین ہم روح القدس ہے اپنے ساتھ
اہل دنیا کی ہمین پروا نہین ہے زینہار

اپنی قسمت پہ تو اے مدرسہ بیجا ناز کر
خاک سے اٹھا ہے تیری ایک فخرِ روزگار

کسکو خلاق المعانی کا لقب زیبندہ ہے
کسکے اے شاطر ہین مخلوقاتِ فکری بیشمار

گر کسی شاعر کے مضمون سے توارد ہو کہین
صاف آئیگا نظر دونون مین فرقِ نور و نار

کاربن لیکر بناتے ہین اوسے الماس ہم
کرتے ہین تیار ہم قطرے سے دُرِ شاہوار

نعمتون کے خوان حاضر ہین صلائے عام ہے
شوق سے اب دوڑ کر آئین ہمارے زلّہ خوار

دام مین اور ون کے آتے ہین عصافیرِ ہوا
اور ہمارا شاہبازِ فکر ہے عنقا شکار

اپنا رتبہ اہل عالم کی ہے نظرون سے نہان
جلوہ گاہِ چشمۂ حیوان بھی ہے تاریک و تار

کیا گلہ قسمت کا ہین مردہ پرست اہلِ جہان
لا مینگے میرے سخن پر بعدِ مرگ ایمان یار

تا کجا فخر و تعلّی تا کجا لاف و گزاف
تا کجا شاطر بیانِ جورِ چرخ و روزگار

شاہ سے فریاد کر تا بندِ غم سے ہو نجات
کر ستایش شہ کی تا پیدا ہو وجہِ افتخار

کون وہ یعنی شہ مظلوم دشتِ کربلا
خوگرِ صبر و توکل خاصۂ پروردگار

تھا پسندیدہ اوسے با شانِ محبوبی نیاز
عاجزی تھا اوسکا شیوہ باوجودِ اقتدار

ذات سے اوسکی ہین قدرت کے عجائب آشکار
اوسکا استقلال مذہب پر دلیلِ استوار

اس مجسم نیکی و اخلاق کو دیکھ اے حکیم
پھر بتا کیا مادے ہی پر ہے دنیا کا مدار

ایک کمزوری بھی اوسکے کارنامے مین نہین
خود شجاعت اوس پہ قربان اور ہمت ہے نثار

اوس جری کی مدح مین شاطر کوئی مطلع پڑھو
جس سے ہو لسانِ سیفِ زبان کے صاف جوہر آشکار

ہے چودھوین صدی کا اعجاز عشق اعجاز

کہتی ہے ہمکو خلق خدا غائبانہ کیا

تقاریظ اہل کمال و مشاہیر ہا بہ ترتیب تقدیم و تاخیر تحریر

۱- قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین مرشدنا مولانا حضرت مولوی سیدہ شاہ حسین صاحب قادری مدظلہ العالی

محرم : قصیدہ عزا پہنچا مسرور کیا۔ مضامین کی خوبی اور بندش کی خوش اسلوبی کا انکار منصف مزاج سے ممکن نہین...... یہ چند شعر علی الخصوص مذاق عارفین سے داد چاہتے ہین۔ اس قسم کے اور بہت سے شعر پائے گئے۔ خدا تعالیٰ نظر کو اور بلند فرماوے۔ تریاتور۔ ۲۴ اگست ۱۹۰۴ء

۲- جناب حکیم سید ضامن علی صاحب جلال لکھنوی

یہ قصیدہ آپنے بڑے زور کا کہا ہے اور نئے نئے اور نادر مضامین پیدا کئے ہین۔ ۳۰ اگست ۱۹۰۴ء

۳- جناب خان بہادر مولانا مولوی سید علی محمد صاحب شاد رئیس عظیم آباد

کلام بلاغت انضمام کو دیکھنا شروع کیا۔ سبحان اللہ کیا کیا شعر فرمائے ہین۔ آپ یقین باور کرین کہ مین کذب بیانی کو قریب کفر جانتا ہون میرے دل پر تو آپکے شعرون کا ایسا ہی اثر ہوا اور خاصکر کے مدرس مین رہکر ایسے فصیح شعرون کے کہنے پر سخت تعجب ہوا واقعی یون ہی کہ خاندانی اثر نے آپکی زبان پر ایسا عمل کیا ہے کہ شاید وہ لوگ بھی جنکو اہل زبان ہونیکا دعویٰ ہے تقریراً جو کچھ ہو ور نہ تحریراً وہ بھی نظم مین ایسی زبان مشکل سے لائینگے۔ عظیم آباد ۱۳ ستمبر ۱۹۰۴ء

ایسے عمدہ مضامین کیساتھ قصیدے اس زمانیکے لوگون مین کسی نے نہین کہے ہین یا میری سے نہین گزرے ہین مین ان اشعار کی کہانتک تعریف کرون حق یون ہے کہ قلم توڑ دیا ہے۔ ساتھ ان مضامین اعلے کے ایسی لاجواب بندشین اور ایسی پاکیزہ زبان جھڑے رہی ہو کہ یہ نتیجہ مدتون کی مشق کا ہے۔ بخدا حیرت ہوتی ہے کہ یہ زبان فصیح اور یہ خیالات بلند مدارس مین کیونکر آ گئے۔ عظیم آباد ۴ اکتوبر ۱۹۰۴ء

ایضاً۔ مین نے آپکی نسبت جو الفاظ تحریر کئے ہین کوئی مبالغہ نہین۔ عالی نسبی کیساتھ کمال کا جمع ہونا ایک

تقاریظ [illegible] قصیدہ

اتفاقی بات ہے۔ میرے نزدیک اگر مسلمان ایسونکی قدر نکرین توان مسلمانون پر افسوس ہے اور ہزار درجہ افسوس ہے۔ اگر مسلمان اپنے باکمالون اور ایسے باکمالون کی قدر کرتے تو سب سے ذلیل سب سے مفلس اور بیوقار تر کیون ہوتے ہر کیف آپ خود اپنی قدر کیجیے۔ اور اپنی زندگی کو لاکھ درجہ غنیمت سمجھیے اور ایک منٹ بھی تکمیل سے غافل نرہیے ایسی خداداد طبیعتین ہوتی نہین ہین۔ یہ محض تفضل ایزدی ہے اگر اس نعمت کو آپ رائگان کرینگے تو حشر مین جواب دینا پڑیگا کہ اس عطیہ کو ہمارے کیون برباد کیا۔ واللہ علی ما نقول شہید ۔ عظیم آباد۔ ۸ نومبر ۱۹۰۴ء

۴۔ جناب شمس العلما مولوی الطاف حسین صاحب حالی سعدی ہندوستان

نہایت تعجب ہوا کہ احاطہ مدراس مین ایسی صاف و فصیح اردو ایسی پاکیزہ نظم و نثر اور ایسا لطیف اور صحیح مذاق کیونکر پیدا ہوا اور کہان سے آیا آپکے اشعار مین یقیناً مین وہ چیز پاتا ہون جو ترقی کرکے کمال شاعری کے درجہ تک پہونچ سکتی ہے۔ بلا مبالغہ و بلا تصنع آپکے بعض شعرونکو دیکھکر رشک ہوتا ہے کہ کیون یہ پیرایہ بیان ہمارے ہاتھ نہ لگا علی الخصوص اس شعر کی تعریف مجھ سے نہین ہو سکتی ع

ہیجل اٹھتا نہین ہے ایک بھی زیر قدم ؟ کوئی ہے تجہ پر سوار اے ابلق لیل و نہار ؟

یہی ایک شعر اعلی درجہ کی قابلیت شاعری پر دلالت کرنیکے لئے کافی ہے۔ پانی پت۔ ۱۱ نومبر ۱۹۰۴ء

۵۔ جناب آنربل مولوی شیخ محمد اقبال صاحب ایم اے بیرسٹرایٹ لا۔ اقبال

اس قصیدے کا کچھ حصہ مخزن مین شایع ہو چکا ہے اور پنجاب مین عموماً پسندیدگی اور وقعت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے ہمارے ایک کرمفرما جالندھر مین ہین سنا ہے کہ وہ اسکو نہایت پسند کرتے ہین اور اسکے اشعار کو انہون نے اتنی دفعہ پڑھا ہے کہ اب انکو وہ تمام حصہ جو مخزن مین شایع ہو چکا ہے ازبر یاد ہے۔ اکثر اشعار نہایت بلند پایہ او معنی خیز ہین بندشین صاف اور ستھری ہین اور اشعار کا اندرونی درد مصنف کے چوٹ کھائے ہوئے دلکو نہایت نمایان کرکے دکھا رہا ہے۔ آپ کا اسلوب بیان واقعی نرالا ہے اور آپکی صفائی زبان آپکے ہموطنون کیلیئے سرمایہ افتخار ہے۔ میرا تو یہ خیال تھا کہ آپ اصل مین ہندوستان کے رہنے والے ہونگے مگر یہ معلوم کرکے کہ آپکی پرورش بچپن سے مدراس مین ہوئی ہے مجھے تعجب ہوا۔ ۲۲ فروری ۱۹۰۵ء

۶۔ جناب شمس العلما ڈاکٹر مولانا مولوی نذیر احمد خانصاحب ایل ایل ڈی دہلوی

قصیدہ خوب ہی عمدہ ہے. زبان پاکیزہ ہے خیالات بلند ہین اور قصیدہ مین ان باتونکے سواے اور بہوتا بھی کیا. دہلی ۱۸ مارچ ۱۹۰۵ء

۷ - جناب شمس العلما مولانا مولوی شبلی صاحب نعمانی.

آپ کا قصیدہ مین نے دیکھا. اس سے پہلے آپ کی مختلف نظمین نظر افروز ہوی تھین. مین مدت سے آپ کی قادر الکلامی اور خوش فکری کا معترف ہون. آپ کے کلام مین فلسفیانہ خیالات جس خوبی اور برجستگی سے ادا ہوتے ہین اسکی مثالین اردو مین بہت کم ملتی ہین. اعظم گڈھ. ۲۱ مارچ ۱۹۰۵ء.

۸ - جناب خان بہادر مولوی سید اکبر حسین صاحب جج عدالت خفیفہ الہ آباد

آپکی نظم دیکھکر بہت خوش ہوا کہ ایسی بلند اور بامعنی طبیعت کے مسلمان ہنوز اس ملک مین موجود ہین ساری نظم ایک موتیون سے بھرا ہوا دریا ہے اور چند اشعار کو پڑہکر تو کہنا پڑتا ہے کہ کان جواہر ہے ہا ہے آپکی طبیعت درجۂ شاعری سے بلند تر نظر آتی ہے بقول غالب ؎ ما بود یم بدین مرتبہ راضی غالب. شعر خود خواہش آن کرد کہ گردد فن ما. آپ تو علمی مباحث مین بسوط و مستقل و دانش آموز تصانیف پر قادر ہین کیا عجب ہے کہ نثر پر بھی توجہ مبذول ہو فکر کو زیادہ آزادی اور طالب علم کو زیادہ آسانی ہو لیکن یہ سچ ہے کہ نظم عروس سخن کا زیور ہے میری خوش نصیبی ہے کہ آپ ایسے عالی رتبہ معزز اور شیرین سخن عالم کے دل مین میری جگہ ہے. الہ آباد ۲۷ مارچ ۱۹۰۵ء

۹ - جناب آنربل نواب عماد الملک بہادر مولوی سید حسین صاحب بلگرامی رکن انڈیا کونسل

آپ کا عنایت نامہ اور ایک نسخہ آپکے اسم بامسمی نظم اعجاز عشق کا پہنچا مین آپکی اس مہربانی کا نہایت مشکور ہون کہ آپنے مجکو اس بے بہا تحفہ کا اہل سمجھا اعجاز عشق کی جسقدر تعریف کی جاے تھوڑی ہے. مضامین و الفاظ دونون اعتبار سے اس نظم مین محاسن بیشمار ہین. اگر اس قصیدے سے التقاط کیا جاے تو ایسے اشعار نکلینگے جو کیا باعتبار جدت مضمون اور کیا باعتبار حسن ترکیب و رشاقت الفاظ بیشک فی زماننا ہذا بے نظیر ہین. اگر آپکو اپنے خاندانی اعزاز کے لحاظ سے جامع الشرفین کا خطاب دیا جاے تو بیجا نہین. حیدرآباد دکن ۱۷ اپریل ۱۹۰۵ء

۱۰ - جناب شمس العلما خان بہادر مولوی ذکاء اللہ صاحب دہلوی

حضرت شاہ دشت کربلا کے قصیدۂ نعتیہ کی تشبیب دالا دو دمان شاعر خوش بیان محمد عبد الرحمن خان شاطر نے

لکھی ہے اسکا نام اعجاز عشق رکھا ہے اسمین اعجاز یہ ہے کہ مضامینِ عقلیہ کو عشق کے پیرایہ مین بیان کیا ہے۔ عشق و عقل کا بیر مشہور ہے ان دونون کو آپس مین ایسی دلربا طرز سے ملایا ہے کہ وہ اعجاز معلوم ہوتا ہے۔ اسکی تعریف جسقدر کیجائے تھوڑی ہے۔

دہلی۔ ۲۹ اپریل ۱۹۰۵ء۔

۱۱۔ جناب مولوی سید وحیدالدین صاحب سلیم

سابق ایڈیٹر معارف و علمی مددگار سر سید مرحوم

مین نے آپکے قصیدے کو بغور پڑھا۔ مجھے تعجب آتا ہے کہ آپنے باوجود سکونت علاقۂ مدراس کے کیونکر ایسی عمدہ اور شستہ زبان پائی ہے اور کسطرح فلسفیانہ معارف کو نہایت خوبی اور خوش اسلوبی سے اِس قصیدے مین ادا کیا ہے آپکا مذاق سخن نہایت پاکیزہ اور سنجیدہ اور بلند ہے۔ عام شعرا کے طرزِ کلام سے آپکی طرزِ سخن کو کوئی نسبت نہیں۔ مین آپ کو اس کامیابی پر تہِ دل سے داد دیتا ہون اور آپ کی اِس عنایت کا شکریہ ادا کرتا ہون کہ آپنے یہ علقِ نفیس بھیجکر محظوظ کیا ؛

پانی پت یکم مئی ۱۹۰۵ء۔

۱۲۔ جناب شمس العلما مولوی الطاف حسین صاحب حالی سعدی ہندوستان

مین نے دونون قصیدون (اعجاز عشق و کارنامۂ دانش) کو بہت دلبستگی کے ساتھ دیکھا اور بعد مطالعہ کے جو بات دلپر نقش ہوی ہے وہ یہ ہے کہ فی الواقع فطرۃً آپ شاعر پیدا ہوے ہین اور اِس صناعت کی قابلیت آپ مین خداداد ہے۔ اِس فن کی تکمیل آپکے اور صرف آپکے قبضۂ قدرت مین ہے اور اِس قابلیت کی قدر نکرنا اور اِس سے بے اعتنائی کرنا میرے نزدیک منجملہ اُن گناہون کے ہے جو ناقابل عفو ہین۔ اِس زمانہ مین شاعری نہ ذریعہ معاش ہے اور نہ اسکی پوری پوری داد ملنے کی توقع ہے بلکہ ممکن ہے کہ تمام عمر داد نہ ملے اور یہ دونون باتین طبیعت کی افسردہ کرنیوالی اور دل کی بجھانیوالی ہین۔ مجھے خوف ہے کہ موجودہ زمانہ کی ناقدردانی سے آپ اب یا آیندہ اِس مشغلہ سے جی نہ چھوڑ بیٹھین اور اِس فرض کے ادا کرنے سے قاصر نہ رہ جائین جسکی نسبت دعاے ماثور مین یہ الفاظ وارد ہوے ہین اللھم افردنی لما خلقتنی لہ مگر مین آپ سے التجا کرتا ہون کہ آپ اِس خداداد قابلیت کو رائگان نہ جانے دین۔ مجھے امید ہے کہ اِس سے نہ صرف آپکے حق مین بلکہ خود اردو لٹریچر کے حق مین عمدہ نتائج پیدا ہونگے ؛ پانی پت۔ ۱۰ مئی ۱۹۰۵ء

۱۳- جناب خان بہادر مولوی سلطان احمد صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر

مین نے آپکا نادر قصیدہ باعتبار اسکے اعلیٰ پر درد باسوز مضامین کے ایک ہی دفعہ نہین بلکہ کئی دفعہ پڑھا۔ اسکی بندش مضامین کی مسلسل ترتیب. سوز. درد. زور بیان واقعی عدیم المثل ہے اور نعمت غیر مترقبہ ہے اسکے ہر ایک شعر کا استدلال صرف فرضی نہین بلکہ واقعی یا قریباً واقعی. اور باوجود ان سب باتون کے ایک جدید پیرایہ مین رمز عشق کی دلچسپ دلکش تفسیر بھی ہے. جزاک اللہ. آپکی طبیعت مین مضامین شعری کے متعلق ایک کاوش درمادہ تحقیق پایا جاتا ہے جسکی اس زمانہ مین کمال ضرورت ہے میرے مضمون فن شاعری مین شاطر سے مراد آپ ہی ہین۔ میان والی پنجاب ۵ ستمبر ۱۹۰۵ء

۱۴- جناب مولوی سید ظہیر الدین حسین خان صاحب ظہیر دہلوی

آپکے قصیدے کی بلاغت کو دیکھکر طبیعت نہایت محظوظ ہوی واقعی قصیدہ نہایت بلیغ ہے۔ آپکا کلام عالمانہ قابل پسند علما ہے۔ طبیعت فن سخن سے نہایت مناسبت رکھتی ہے حیدرآباد ۸ ستمبر ۱۹۰۵ء

۱۵- جناب پروفسر مولوی سید عبد الغفور صاحب شہباز

اعجاز عشق مین نے تمام و کمال دیکھا. واقعی آپنے کمال کیا ہے. مین تو آپکو ہندوستان کا حکیم سنائی جانتا ہون امید ہے کہ آپ اپنے خیالات تازہ سے ہمیشہ محظوظ فرماتے رہینگے ؛ بھوپال ۲۷ ستمبر ۱۹۰۵ء

۱۶- جناب مولوی عزیز مرزا صاحب بی اے سکرٹری آل انڈیا مسلم لیگ

آپ کا قصیدہ مین نے دلی خوشی کے ساتھ پڑھا پیچیدہ فلسفیانہ خیالات کو سلجھے ہوے الفاظ مین ظاہر کرنا آپ ہی کا حصہ ہے. اردو زبان پر آپکو ایسی قدرت ہے کہ حیرت ہوتی ہو کہ مدراس مین رہکر آپنے ایسی شستہ زبان پر کیونکر دسترس حاصل کی ؛ حیدرآباد ۱۵ اکتوبر ۱۹۰۵ء

۱۷- جناب مولوی مرزا مہدیخان صاحب کوکب

تحفۂ آمد زشخص شاطرم ؛ دیدنش بستر د رنج از خاطرم ؛ تحفہ چہ بود مخزنے از راز عشق ؛ نسخۂ لاثانی از اعجاز عشق شعرہایش بس بلند و جملہ نغز ـ معنی اندر وی چو در بادام مغز ؛ بندش الفاظ بر مصراع چست ؛ معنی ہر لفظ با موقع درست ہست مملو از علوم فلسفہ ؛ واز نجوم و حکمت و از ہندسہ ؛ ناظمش در ہر طریقے زد قدم ؛ معجزے بنمود از نوک قلم

ہست اردو لیک در طرزِ کلام ؛؛ فارسی و تازی اندر وے تمام ؛؛ عاشقانِ حق ازان صہبا مدام ؛؛ جملہ شیرین کام و دایم
شاد کام ؛؛ گر تو ئی جویائے سرِّ رازِ عشق ؛؛ رو فروخوان جملہ در اعجازِ عشق ؛ حیدرآباد ۱۵ اکتوبر ۱۹۰۵ء

۱۸۔ جناب مولوی سید امجد علی صاحب اشہری

مین نے دیکھا اک قصیدہ غیرتِ روئے نگار ؛؛ نازِ گلشن۔ روحِ بلبل۔ رنگِ گل جانِ بہار ؛؛ دیکھ لو دلّی کا اُردو
خیمہ زن مدراس مین ؛؛ کاٹ ہر تلوار کا دیکھو بسانِ ذوالفقار ؛؛ دخل کیا جو ہو زبان مین کوئی نامانوس لفظ
شعر تعقید و زواید سے نہین کوئی دو چار ؛؛ ہے نمک مین اک ملاحت پر نہین یہ شورِ عشق ؛؛ شہد میٹھا ہے
گر اتنا نہین ہے خوشگوار ؛؛ ہے سمن مین تازگی لیکن یہ نزہت ہے جدا ؛؛ پھول ہو رنگین مگر ایسی نہین رکھتا
بہار ؛؛ ہے قصیدے کیلئے ایک خاص پیرایہ الگ ؛؛ شوکتین اسکی نہین ہوتین غزل مین زینہار ؛؛ دیکھ لیجے شان اُسکی
لفظ و معنی سے عیان ؛؛ ہے وہی شانِ ادب جو شاعری کا ہے شعار ؛؛ عشق کی صورت کو ڈھالا حسن کے سانچے
مین ہے ؛؛ موم بنکر شمع کافوری ہوا ہے نوربار ؛؛ ہین ادب آموزِ عالم جامہ ہائے فارسی ؛؛ اس سے بھی فن ادب کی
شوکتین ہون آشکار ؛؛ شبلی و حالی و اکبر نے کیا اسکو پسند ؛؛ آج ہین یہ سب کے سب فضل و ادب کا یادگار

آج مین نے قصیدۂ اعجازِ عشق کا پمفلٹ پایا۔ یہ قصیدہ جناب شاطر مدراسی کی تصنیف شریف سے ہے۔
حکیمانہ تمہید اور فلسفیانہ تشبیب کے بعد حضرت امام حسین علیہ السلام کی مدح پہ تمام کیا ہے۔ یہ قصیدہ خیال اور
مقال دونون حیثیتون سے لایقِ دید اور قابلِ داد ہے۔ اس قصیدے کی زبان مدراس کیلئے باعث ناز
اور اس قصیدہ کی فلسفیانہ تشبیب اردو شاعری کیلئے ذخیرۂ اعجاز ہے۔ اس قصیدہ سے نہ صرف ایک شاعر اور
ناظم کی لیاقت ظاہر ہوتی ہے بلکہ ایک حکیم اور فلسفی کی قابلیت کا پتا ملتا ہے۔ موجودہ زمانہ مین اردو کو ایسی
ہی شاعری کی ضرورت ہے ؛ لاہور ۔ ۲۵ ۔ اکتوبر ۱۹۰۵ء

۱۹۔ جناب مولوی سید علی حیدر صاحب طباطبائی نظم لکھنوی

نواب عبدالرحمن خان شاطر کا قصیدۂ رائیہ دیکھکر مین نہایت مسرور ہوا کہ اہل مدراس نے شعر مین کس قدر ترقی کی ہے۔
اس قصیدہ کے تمام اشعار قابلِ داد اور اکثر لایقِ صاد ہین۔ مضامینِ فلسفیہ کو بڑے لطف سے نظم کرتے مین جو ہر شاعر کا کام
نہین مجھے اس شعر پر رشک آتا ہے کہ مین نے کیون نہ کہا ؛ جوہر فرد آئینہ ناد انی انسان کا ہے ؛؛ دونون جانب مین برابر کے دلائل بیشمار

٥

۲۰ جناب خان بہادر مولوی سلطان احمد صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر

فلسفی مضامین اور علمی مقاصد کا اس شان مین بیان کرنا قیمتی اعجاز ہے۔ معمولی مضامین کی بندش ہو سکتی ہے لیکن علمی رنگ مین کہنا کارے دارد۔ ہند کی شاعری کی پیشانی سے اس قسم کی شاعری کا ٹیکا دہونیگی اور مولوی صاحب حالی کی شاعری کے پہلو بہ پہلو اپنا سکہ جماتی جائیگی۔ اللھم زد فزد

میان والی۔ ۲۸ جنوری ۱۹۰۸ء

۲۱ جناب شمس العلما نواب عزیز جنگ بہادر ولاؔ

مین نے آپکے قصیدۂ اعجاز عشق کو صفحہ ایک سے ۴۴ تک بغور پڑھا۔ آپکی بے بہا نظم کی نسبت ہندوستان بھر کے سربرآوردہ اور مسلم الثبوت فضلائے جو راے ظاہر فرمائی ہے اسکے بعد کونسی بات باقی رہگئی ہے جو میری ہیچمدانی کا حصہ ہو سکے۔ مضامین کی خوبی اور بندش کی خوش اسلوبی زبانِ حال سے کہ رہی ہے کہ جس کسی کی نظر سے یہ قصیدہ گزریگا اُسکی زبان سے بے تامل وہی الفاظ نکلینگے جو لایق افراد کے قلم سے نکلے ہین۔ شاعری کی سچی داد شمس العلما مولانا حالی پانی پتی نے دی ہے اور کچھ شک نہین کہ یہ نعمت آپکی فطرت مین ودیعت ہوی ہے۔ فلسفہ کے اعلیٰ قدردان شمس العلما شبلی نعمانی نے جو کچھ لکھا ہے وہ بالکل سچ ہے اور مجھکو اس پر ناز ہے کہ ہمارے ابنائے وطن سے آپ ہی ایک ایسے لاثانی فرد ہین جن کی تعریف نقادانِ سخن و ماہرینِ فن کے قلم سے ایسے عمدہ الفاظ مین نکلی ہے۔ خداوند کریم آپکی مدد فرماے۔ ۲۴ مارچ ۱۹۰۸ء حیدرآباد

۲۲ جناب مولوی سید ظہیر الدین حسین خانصاحب ظہیر دہلوی

سبحان اللہ آپکے قصیدہ لاجواب تحریر فرمایا ہے حق تو یہ ہے کہ یہ خود اپنی نظیر اور اپنا جواب ہے۔ اسکے مضامین کی بلند پروازی دیکھکر اساتذۂ اہل فارس کا لطف حاصل ہوتا ہے حق تعالیٰ آپ کی طبیعت کو روز افزون ترقی عنایت فرماے اللھم زد فزد۔ حیدرآباد ۳۱ مارچ ۱۹۰۸ء

۲۳ جناب مولوی غلام قادر صاحب گرامی شاعر خاص حضور نظام

مین نے اعجاز عشق کو مکرر پڑھا میری روح خوش ہوگئی۔ کیا یہ کلام آپ کا ہے یا روح القدس کا آپ کے کلام کے تقاریظ مین نے سب دیکھے ...... غرض میری یہ راے ہو کہ آپ کے اس کلام کی تقریظ روح القدس ہی کو لکھنی فرض ہے اور ممکن ہے لوح و قلم مین اعجاز عشق کی تقریظ روح القدس کے قلم سے لکھی گئی ہو۔

تقاریظ متعلقہ قصیدہ

افسوس ہم اس تقریظ کو نہین دیکھ سکتے کیسے دیکھہ سکین وہ آنکھین کہان سے لائین جو کلیم کی آنکھون کا جواب ہون۔ ہان اسقدر مین کہتا ہون کہ روح القدس کی تقریظ حسد وریا رشک و نفاق سے پاک ہوگی اور پاک ہونی چاہیے۔ اسلئے کہ بشریت کی آلودگی کو وہان دخل نہین۔ یار شاطر بہلا بیچارہ گرامی کیا لکھے وہ بہی بشر ہے حسد و رشک وغیرہ کا مادہ اسمین بھی موجود ہے وہ یہی تقریظ لکہتا ہے کہ روح القدس کے کلام کی تقریظ بشر نہین لکھہ سکتا۔ حضرت شاطر زندہ دلانِ پنجاب کا خیال ہے کہ مصنفِ اعجازِ عشق کوئی بوڑہا آدمی ہے مین نے کہدیا ہے کہ بزرگی بعقل است نہ بسال۔ آؤ خاک مدرس مین ابو نصر فارابی اور رازی کو دیکھو انسان کی صورت مین جوہر فرد یہی ہے نام عبدالرحمن خان ہے تخلص شاطر ٭ حیدرآباد۔ ۴ اپریل ۱۹۰۱ء

۲۴۔ جناب شمس العلما مولانا مولوی خان بہادر ذکاء اللہ صاحب دہلوی

اعجاز عشق کا کلام معجز نظام میرے مطالعہ مین آیا جس سے مین نہایت محظوظ و مسرور ہوا۔ آپ کے اشعار سے معلوم ہوا کہ آپ فقط شاعر ہی نہین بلکہ علوم مختلفہ کی شطرنج کے شاطر بھی ہین کوئی علم باقی نہین رہا جسکا ذکر اشعار مین اسطرح نہین آیا کہ وہ آپکے ماہر ہونے پر دلالت نہین کرتا ہو۔ جیسے آپ عالی نسب ہین کہ کم آدمی ایسے ہوتے ہین کہ پشتہا پشت سے نجیب الطرفین چلے آتے ہین ایسے ہی آپ جامع العلوم بھی ہین کہ علوم ظاہری و باطنی سے واقف ہین گو آپ مدراس مین رہتے ہین مگر زباندانی مین دلی اور لکھنو کے زباندان اساتذہ سے کم نہین ٭ دہلی۔ ۱۶ اپریل ۱۹۰۱ء

۲۵۔ جناب نواب شمشیر بہادر اخگر رئیس اعظم اجیگڈھ

آپکا قصیدہ واقع مین مضامین کا گنجینہ ہے۔ سوز و گداز۔ تصوف و معرفت۔ بے ثباتی دنیا۔ فطرت کی صناعیان قدرت کی کاریگریان۔ نیچر کے جلوے۔ حکیمانہ اور فلسفیانہ خیالات جس فصاحت اور خوبصورتی سے نظم کئے گئے ہین دوست تو دوست حاسد سے بھی اسکی داد دیتے ہی بنے گی۔ آپکے اظہار کمال کیلئے یہی دلیل کیا کم ہے کہ آپ نے قصیدہ کے تنگ و دشوار گذار میدان کو اسقدر وسعت دیدی کہ اب جو چاہے رہوار قلم کو سرپٹ دوڑاتا پھرے۔ وہ حضرات جو ہر وقت اردو شاعری کو بدنام کرتے رہتے ہین اب بھی اگر آپکا احسان نہ مانین تو یہ انکی ہٹ دھرمی ہے ٭ اجیگڈھ ۱۷ اپریل ۱۹۰۱ء

۲۶- جناب آنریبل نواب عماد الملک بہادر مولوی سید حسین صاحب بلگرامی ممبر کونسل سکرٹری آف اسٹیٹ فار انڈیا- آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ اعجاز عشق کا ایک تازہ نسخہ بھی عنایت نامہ کے ساتھ ملا شکریہ قبول فرمائیے۔ اس قصیدہ غرا کے بیس صفحے تو مین ہندوستان ہی مین دیکھکر محظوظ و مستفید ہو چکا تھا اس نسخہ مین بارہ صفحہ جدید یعنی کم و بیش ڈھائی سو تازہ اشعار نغز اضافہ ہوئے ہین۔ رنگ ڈھنگ تو اب بھی وہی ہے مگر امین فلسفی مضامین کا نمک آپ نے تیز کر دیا ہے- جدت خیالات سے یہ اشعار ایسے بھرے ہوئے ہین جیسے نیشکر مین رس بھرا ہوتا ہے۔ خداداد مضمون آفرینی اور نغز گفتاری جو آپ کو سرشت سے عنایت ہوئی ہے اسکو نہ چھوڑیئے اور وقتاً فوقتاً اپنے ہموطنون کو اسکی برکات سے محظوظ و مستفید کرتے رہیئے زیدت معالیکم و بورکت ایامکم و لیالیکم لنڈن ۸ مئی سنہ ۱۹

۲۷- جناب رائٹ آنریبل مولوی ڈاکٹر سید امیر علی صاحب ممبر پریوی کونسل

بعد تسلیم و نیاز واضح خاطر شریف ہو کہ آپکا مکرمت نامہ مع یک نسخہ اعجاز عشق موصول ہو کر باعث میری ممنونیت کا ہوا۔ آپکے دلچسپ و پاکیزہ مضامین کے پڑھنے سے جو فرحت مجھے حاصل ہوئی اسکا بیان نہین کر سکتا مین بلا مبالغہ و تصنع عرض کرتا ہون کہ نہ صرف آپکے تازہ طرز کلام اور شاعری کا مین مداح ہون بلکہ جو قدر و احترام آپکا میرے دل مین جما ہے وہ آپکے حکیمانہ خیالات اور باریک بینی کا نتیجہ ہے۔ مین دعا کرتا ہون کہ خداوند جل شانہ آپکو زیادہ توفیق دے اور قوم کو آپ سے فائدہ پہنچائے ✤ لنڈن ۱۱ مئی سنہ ۱۹۰۹ء

۲۸- جناب شمس العلما ڈاکٹر مولانا نذیر احمد خانصاحب ایل ایل ڈی دہلوی

جتنی تقریظین اعجاز عشق کے آخر مین چھپی ہین میری تقریظ سب سے زیادہ مختصر ہے مگر اسکے الفاظ جامع ہین...... ایسا کلام ہندوستانیون کیلئے بھی مشکل ہے اور مدراسیون کیلئے محال ✤ ۲۳ جولائی سنہ ۱۹۰۹ء

۲۹- جناب مولوی عبد الحلیم صاحب شرر لکھنوی

مولانا! آپ کا قصیدۂ اعجاز عشق مین نے عجب لطف کیساتھ مزہ سے لیکر پڑھا۔ یہ اعجاز عشق نہین ہے اعجاز سخن ہے جیسی دقیقہ سنجیان مضمون آفرینیان اور نازک خیالیان آپنے اس قصیدہ مین ظاہر کی ہین آپ ہی کا حصہ ہین۔ مین نہین خیال کرتا کہ ارض مدراس سے ایسا سخن سنج شاعر پیدا ہو سکیگا

آپ کا یہہ قصیدہ ثابت کر رہا ہے کہ اردو زبان کو کوئی خاص خصوصیت شمالی ہند کے ساتھہ نہین. اگرچہ وہان اسکا نشو و نما ہوا مگر اس نے ہندوستان کے ہر حصہ مین لوگون کو قریب قریب یکسان طور پر شعر لطیف سرا بنا دیا. آپ کے بلند اور فلسفیانہ مضامین خاص توجہ کے محتاج ہین اور سچ یہہ ہے کہ ایسی دقیق اور معنی خیز نظمین اردو مین کم ہین. آپکا یہہ شعر پڑھکے حرکتِ قسری ہے بیشک ذاتِ قاسر پر دلیل ؏ گیند اچھالے ہین یہان دستِ قضا نے بیشمار ؏ کیا کہون کتنی دیر تک مزہ لیتا رہا. مین آپ کو آپ کی کامیابی پر مبارکباد دیتا ہون. آپ کا قصیدہ اردو کی بیمثل نظمون مین ہے ؏

حیدرآباد ۲۱ اگست ۱۹۰۶ء

۳۰. جناب شمس العلما مولوی الطاف حسین صاحب حالی سعدیِ ہندوستان

یارِ شاطر! مین اوائلِ جون مین بیمار ہو کر دہلی چلا گیا تھا وہان جاکر زیادہ بیمار ہو گیا. پھر کسیقدر افاقہ کے بعد ۱۱ جولائی کو واپس آ گیا لیکن ابتک صحت نصیب نہین ہوی خصوصاً لکھنا پڑھنا تو ایسا چھوٹا ہے کہ گویا ہمیشہ کیلئے اسکا خاتمہ ہو گیا ہے. احباب کی اکثر فرمایشین آتی ہین مگر افسوس ہے سب سے شرمندہ ہونا پڑتا ہے. یہی وجہ ہے کہ اعجازِ عشق پر کچھ ریمارکس کرنے کا آجتک موقع نہین ملا. ہرچند چاہتا ہون کہ اسکو اول سے آخر تک بغور پڑھکر کچھ لکھ سکون مگر مین آپ سے سچ کہتا ہون کہ نہ اسکو خود پڑھ سکتا ہون اور نہ کسی سے پڑھوا کر اسپر غور کر سکتا ہون لیکن مین سمجھتا ہون کہ جو کچھ مین آپ کا نظم کا نمونہ دیکھکر پہلے لکھ چکا ہون اور جسکی تائید ہندوستان کے اکثر مشاہیر کر چکے ہین صرف اسیقدر کافی ہے.

مین نے آپکے قصیدہ کی نسبت نہایت مسرت کیساتھہ سُنا ہے کہ وہ نصاب یونیورسٹی مدراس مین داخل ہو گیا ہے. میرے نزدیک یہ نظم کالج کی اعلیٰ جماعتون کے اردو کورس مین داخل ہونی چاہیے کیونکہ اسکے اکثر اشعار مین حکمت و فلسفہ کے دقیق مسائل بیان کئے گئے ہین جو نہ صرف عام طلبہ کی بلکہ عام استادون کی بھی سمجھ سے بالاتر ہین ؏

خاکسار مشتاقِ لقا الطاف حسین حالی.

پانی پت ۲۴ اگست ۱۹۰۶ء

۳۱. جناب آنریبل ڈاکٹر شیخ محمد اقبال صاحب ایم اے بیرسٹر ایٹ لا

اعجازِ عشق کے چند صفحے تو مین پہلے دیکھ چکا تھا باقی اشعار بھی ماشاءاللہ نہایت بلند پایہ ہین. اللہ تعالیٰ نے آپکو دولتِ شرافت کیساتھہ دولتِ کمال سے بھی مالامال کیا ہے. ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء. آپکے کلام مین ایک خاص رنگ ہے جو

اور شعر امین بہت شاذ پایا جاتا ہے۔ مولنا حالی۔ شبلی۔ شاد جیسے قادر الکلام بزرگون سے داد سخنگوئی لینا ہر کسی کا کام نہین ؛ سیالکوٹ ۲۹ ؍ اگست ۱۹۰۸ء

۴۲۔ جناب مولوی نواب علی صاحب ایم اے پروفیسر بڑودہ کالج

مین نے آپ کا قصیدۂ اعجازِ عشق پڑہا۔ سبحان اللہ خیالات نہایت پاکیزہ اور بلند ہین۔ ساتھ ہی زبان شستہ اور طرز ادا دلکش۔ آپ کے کلام مین واقعی ایک خاص درد ہے اور فلسفیانہ مضامین شاعری کے قالب مین خوب ہی ڈھلے ہین۔ اس قسم کی شاعری کی آجکل ضرورت ہے۔ اردو شاعری زلف و خال کے محدود دائرے مین پھنسکر بدنام ہو گئی ہے مگر الحمد للہ اب مذاق صحیح پیدا ہو گیا ہے۔ آپکے قصیدہ کے بعض اشعار مین ایک طرف امیر خسرو کا سوز و گداز اور خاقانی کی بلند آہنگی جھلک رہی ہے اور دوسری طرف مغربی شعرا ٹی سن اور ورڈز ورتھ کی شاعری کی دلفریبیان جلوہ افگن ہین۔ اگر آپ اسیطرح اپنے جذبات کا اعجاز دکھاتے رہینگے تو مین کہہ سکتا ہون کہ مولانا حالی کے نام کے ساتھ آپ کا نام بھی آب زر سے لکھا جائیگا۔ بڑودہ۔ ۳ ؍ ستمبر ۱۹۰۸ء

۴۳۔ جناب مولوی سید کاظم حسین صاحب محشر لکھنوی

عالیجناب محمد عبد الرحمن صاحب شاطر نے واقعی اس سخن لاجواب کے نظم کرنے مین جو قابلیت و جانکاہی صرف کی ناممکن الوقوع ہے۔ ہر شعر مین علوم قدیمہ و جدیدہ کے مسائل اہل آسانی سے بھر دئے ہین کہ دیکھکر حیرت ہوتی ہے۔ اور سب پر طرہ یہ کہ باوجود مدراسی ہونیکے زبان کو دہلی و لکھنو کی زبان سے ملا دیا ہے کیا محنت کی اور کیا جانفشانی۔ سبحان اللہ سبحان اللہ۔ اصناف شاعری و سخنوری مین قصیدہ گوئی سب سے ممتاز صنف ہے نہایت بسیط تشبیب کو حدود و وقار قصیدہ سے باہر نہین جانے دیا اور یہی اعلیٰ درجہ کی سلیقہ شعاری ہے۔ آخری مطلع جسپر یہ قصیدہ بالفعل تمام ہوا ظاہر کر رہا ہے کہ قصیدہ جزیل ہنوز ناتمام ہے۔ خداوند عالم مصنف ممدوح کو جلد توفیق کرامت فرمائے کہ یہ نظم بے بہا تمام و کمال قدر دانانِ سخن کے کتب خانون مین جگہ پاے اور اسکا ہر شعر پڑھنے والون کی زبان پر وظیفہ ہو کر شانِ قبولیت عام پیدا کرے۔ آمین ثم آمین ! لکھنو۔ ۱۶ ؍ اکتوبر ۱۹۰۸ء

۴۴۔ جناب مولوی مرزا محمد ہادی صاحب۔ عزیز لکھنوی۔

شاید آپ کاغذی دنیا مین مجھے بھی پہچانتے ہون۔ اور اگر نہین پہچانتے تو کوئی ضرورت نہین۔ مین آپکے کمال کا دلدادہ ہوگیا اور آج کیا مبارک دن ہے کہ میرے دوست آحسن نے مجھے آپکا قصیدہ اعجاز عشق دکھا کر اردو کی قسمت پر ناز شش کا موقع دیا۔ جنت جنت شد دگر گ۔ مدراس اور یہ زبان سبحان اللہ۔ ہر شعر بیانِ سخن بلکہ روحِ فلسفہ۔ واقعی آپکے پاکیزہ اور حکیمانہ خیالات عرش الکمال شاعری سے کہین بالاتر ہین۔ مین بھی ادنیٰ نا فہ سخن ہون اس صنف خاص سے کیقدر ممارست رکھتا ہون اور ایک عرصہ سے اس میدان کے یکہ تازون کا جوہر شناس ہون لیکن آپکے انداز کلام سے قصیدہ گوئی کی معراج ثابت ہوگئی اب اس سے آگے ترقی کا کوئی درجہ نہین ✦ لکھنو۔ ۲۰ر اکتوبر سنہ ۱۹۱۰ء

۴۵۔ جناب مولانا مولوی حکیم نورالدین صاحب (قادیان)

آپ کی معجز بیانی کا کامل ثبوت اعجاز عشق ہے۔ جزاک اللہ۔ تصوف۔ فلسفہ پھر شاعری ہو یہ آپ پر احسانِ الٰہی ہے۔ قادیان۔ ۲۳ر نومبر سنہ ۱۹۰۹ء

۴۶۔ جناب چودھری خوشی محمد صاحب ناظر بی اے ناظم بندوبست وزیر آباد۔

مین نہایت مشکور ہون کہ آپنے اس گرانبہا تحفہ کا مجھے مستحق خیال فرمایا۔ جب قریباً تمام مشاہیر شعراء ہند اس دلپذیر نظم کی داد دیچکے ہین تو میری مدحت سرائی سے اسمین چندان اضافہ نہین ہوسکتا۔ مگر جب کوئی دلنشین آواز کان مین پڑتی ہے تو بے اختیار تحسین زبان سے نکلتی ہے اسلئے آپ کے پاکیزہ کلام پر مین بھی آپکو تہ دل سے مبارکباد دیتا ہون۔ مولانا حالی مدظلہ نے شعر کا سب سے عمدہ معیار اسکا دلگداز ہونا قرار دیا ہے۔ آپ کے کلام مین یہ خوبی بدرجہ غایت ہے۔ کلام ایسا پاکیزہ اور بے تکلف ہے کہ کشمیر جنت نظیر کے قدرتی انہار کی روانی دکھاتا ہے اور کہین تکلف یا تصنع سے اس قدرتی روانی مین فرق نہین آتا۔ تمام کلام معنی خیز اور نتیجہ بخش ہے۔ اور اگر شاعری کے نقش و نگار سے قطع نظر کرکے دیکھا جاے تو بلحاظ معارف معنوی بھی کلام کی داد دینی پڑتی ہے۔ آپکے اشعار کا ایک خاص جوہر یہ ہے کہ ان مین گہرا صوفیانہ رنگ موجود ہے جسکا اکثر شعرائے حال کے کلام مین پتہ نہین چلتا۔ یقین ہے کہ آپ کا کلام قدیم اور جدید فیشن

کی نظر مین یکسان مقبول ہوگا۔ کیونکہ اِس مین پُرانی وضع کی متانت اور نئے فیشن کی جدت طرازی موجود ہے

لداخ - ۲۶ر نومبر ۱۹۰۸ء

۴۷۔ جناب مولوی غلام قادر صاحب گرامی شاعر خاص حضور نظام

حضرت شاطر۔ کیا حیدرآباد مین کیا پنجاب مین ضرب المثل ہے کہ گرامی نے عہد کیا ہے کہ نثر مین جھوٹ نہین بولونگا آجتک اس عہد کو ایک زمانہ مستحکم خیال کرتا رہا مگر افسوس آپکے چند راستباز احباب نے گرامی کی تحریر کو کذب انگیز خیال کیا ؎ ہنر را عیب بیند چشم جاسوس ٭ تو چشم زاغ بین نے پائے طاؤس۔

حضرت شاطر! مین نے اعجاز عشق کو بار ہا دیکھا اور جو کچھ مین نے اسکی نسبت لکھا صحیح لکھا اگر نظر انصاف سے دیکھا جائے تو مین آپکو مکرر لکھتا ہون کہ جو کچھ مین نے لکھا کچھ نہین لکھا اور مین لکھ ہی کیا سکتا جب میرے دل مین خود یہ رشک پیدا ہوگیا کہ اے کاش حضرت شاطر کا دماغ مجکو ملجاتا تو وہ ہفتاد سالہ نظیری نیشاپوری اپنی کلیات مین بہتر نشترین چھوڑ گیا اور آج اسکو رئیس المتغزلین کا خطاب دیا گیا۔ مین نے نظیری کی نشترون کو غور سے دیکھا اسکے بعض بعض نشترون مین فلسفہ حکمت عبرت کا مضمون بھرا ہوا ہے۔ اعجاز عشق کو اول سے آخر تک دیکھا ہر ایک شعر نشتر ہے گویا اعجاز عشق کو نشترزار کہنا چاہیے۔ اب مین بالغ نظرون سے پوچھتا ہون کہ اس مدراسی سخن سنج سی سالہ کو کیا خطاب دینا چاہیے۔ گرامی نے اسی کوچہ گردی مین اپنی عمر برباد کردی ؎ اس پنجاہ سالہ پنجابی کو پانچ نشترین بھی نصیب ہوئین۔ مشیت نے شاطر کا دماغ شاطر ہی کو دیا ہے۔ گرامی کو کس طرح دیا جاتا ؎ تائید کجے رابنواز و ز ہزاران ٭ ہر قطرۂ نیسان در یکتا شدنی نیست۔ مین نے اعجاز عشق کی ہر ایک تقریظ کو دیکھا بعض ...... نے اس بات پر تعجب کیا ہے کہ مدراسی اور یہہ زبان! مجھے ان کے اس تعجب پر تعجب آتا ہے اور مین افسوس کرتا ہون کہ انکی نظرون سے حکیم الٰہی کا یہ قول نہین گزرا ؎ روح را علم است و با عقل ست یار ٭ روح را با ترکی و تازی چہ کار۔ حضرت شاطر مین سچ کہتا ہون کہ روح القدس نے آپ کی روح کو آغوش مین لے لیا ہے۔ اگر آپ کی روح کو روح القدس کے ساتھ یہ خاص تعلق نہوتا اور آپ دہلی یا لکھنؤ مین بھی پیدا ہوتے تو کیا ہوسکتا۔ وہی فضولیات آپکے کلام مین دیکھی جاتی جو آجکل کے شعرا فان دہلی یا لکھنؤ کے کلام مین دیکھی جاتی ہے۔ میرے

خیال مین دہلی اور لکھنؤ کی کوئی تخصیص نہین۔ روح کو روح القدس سے خاص تعلق ہونا چاہیۓ اور یہ دولت ہر ایک کو نصیب نہین۔ روح القدس نے روح شاطر ہی کو زمین پر اپنا جانشین انتخاب کیا ہے......

...... گرامی مرّۃً بعد اولےٰ وکرّۃً بعد اُخریٰ یہی لکھیگا کہ روح القدس کے کلام کی تقریظ روح القدس ہی لکھ سکتا ہے۔ گرامی کیا لکھیگا اور .... کیا لکھ سکینگے ؎ شبی باعشق میگفتم چہ حرفے رانم از شاطرؔ * بگوشم عقل اول گفت رندِ پاکباز است این * حضرت شاطر! اگر بالغ نظرانِ خاک شاطر خیز نے گرامی کی تقریظ کو دروغ راست مانند خیال کیا ہے تو مین دعوے سے کہہ سکتا ہون کہ انہون نے شاطر کو دیکھا ہے اعجاز عشق کو نہین دیکھا۔ اگر بقول جناب میر علیہ السلام کلام کو دیکھتے اور کلام کرنیوالے کو نہ دیکھتے تو گرامی کی نثر کو نظم کا منصب مرحمت نہ فرماتے۔ ہان وہ معذور ہین۔ گرامی کی عادت سے بیخبر ہین۔ مکرر لکھتا ہون کہ مین نے جو لکھا ہے صحیح لکھا ہے اور حلفاً لکھا ہے .... لیجیۓ دو تین شعر بھی لکھتا ہون ؎ شاطر مدراسی آن عالی دماغ * کز سخن پیرِ مغان وادش ایاغ * مستیٔ عقل است مضمر در سرش * جوہر حکمت چکد از ساغرش * پردہ دار جلوہ ہاے رازِ عشق * نقشبند معنیٔ اعجازِ عشق! * * *

ہے خیال و حال و قال اک ایک انسان کا جدا * نوع سا قِل مین ہین باہم فرق کچھ بیشمار

تعلقات نسب اور مختصر حالات

۱. میرے دادا اسکندر جنگ بہادر اول پرنس آف ارکاٹ نواب عظیم جاہ بہادر کے حقیقی خالہ زاد بھائی اور نواب انور الدین خان شہید کے پر نواسے تھے۔ آپکی تہذیب اور خودداری ضرب المثل ہے۔

۲. میری دادی صاحبہ نواب والاجاہ[۲] کی نواسی اور عالمہ و زاہدہ و شاعرہ تھین۔ گیارہ حج کئے تھے نظم و نثر

[۱] آپ شہنشاہ دہلی کے وزیر تھے۔ ہمراہ آصفجاہ دکن تشریف لاے۔ سکاکول راجمندری اور مچھلی پٹن کے نوبت بہ نوبت حاکم رہے۔ کچھ دن حیدرآباد دکن کے بھی ناظم رہے۔ اسکے بعد والی ملک کرناٹک بنائے گئے۔ آپکے حالات علم وفضل و زہد و تقوی و شجاعت و سخاوت تاریخ دکن میں مرقوم ہین [۲] آپ نواب انور الدین خان شہید کے فرزند اور کرناٹک کے بالاستقلال فرمانروا تھے۔ انگریزی تاریخون مین آپکا لقب وفادار دوست برٹش ہے۔ کرناٹک مین آپ کی بنائی ہوئی بیشمار مسجدین اور علما سادات و مشائخین کو دی ہوئی جاگیرین آپکے ذکر خیر کو زندہ رکھا ہے۔

مین پانچ ضخیم تصانیف چھوڑ گئی ہین۔ خدا بخشے علم و فضل زہد و تقوی محاسن اخلاق اور مکارم عادات کے لحاظ سے ہمارے خاندان مین بےمثل تھین آپنے چھ ہزار بیت کی ایک قابل دید مثنوی کہی ہے جسکا جواب ممکن ہی کہ ہندوستان بھر مین*

۳۔ میرے نانا ہمایون جنگ نوازالدولہ اعظم الملک بہادر نواب نورالدین خان شہید کے پرپوتے اور پرنواسے تھے آپ بڑے عالم تھے اور متقی بھی۔

۴۔ میری نانی صاحبہ نواب اعظم جاہ[1] کی صاحبزادی نواب عظیم الدولہ[2] کی پوتی اور نواب والاجاہ کی پڑپوتی تھین۔ اور آپ کو نواب کا خطاب بھی تھا۔

۵۔ میرے والد مرحوم مولانا مولوی محمد عبدالغنی خان بہادر آمیرزادہ روزگار شخص تھے۔ پندرھوین برس قصہ یوسف زلیخا کو فارسی مین نظم کیا تھا اور سترہ سال کی عمر مین ایک طولانی قصیدہ عربی صنعت عاطلہ مین کہا تھا جو مطبوع و مقبول و مشہور ہوا۔ آپکے علمی اور قومی کارنامے بےحساب ہین۔ آپ مدراس یونیورسٹی کے فیلو اور میونسپل کمشنر بھی تھے۔ گورنمنٹ اور پبلک کے نزدیک آپکی بڑی عزت تھی۔ آپ کی سالانہ آمد قریباً آٹھ ہزار روپے تھی۔ ۱۲ سال کے قبل جبکہ مین صغیر سن تھا انتقال فرمایا۔ ہنوز آپ کی لیاقت، سخاوت، ہمت، حمیت، ذہانت، متانت، انصاف پسندی، شایستگی، فراخ حوصلگی، بیحد ہمدردی، نادر راستی، عجیب اولوالعزمی اور غیر معمولی خودداری کے حالات زبان زد خاص و عام ہین۔

*
۶۔ میرے والد مرحوم کی نانی صاحبہ محمد زمان خان حیدر کی نواسی تھین جو نواب منیرالملک بہادر دیوان دکن (داماد میر عالم بہادر) کے بھائی تھے اور جنکے چچا نواب سعادت اللہ خان نانا نواب شہید دوست علیخان ماموں نواب صفدر علیخان اور ماموں زاد بھائی نواب سعید محمد خان والیان ملک کرناٹک تھے۔

میرا سلسلہ نسب حضرت ناصر پر منتہی ہوتا ہے جو خلیفہ دوم حضرت فاروق اعظم رض کے پوتے اور خلیفہ پنجم حضرت امام حسن علی جدہ و علیہ السلام کے نواسے تھے۔ میرے اجداد مین فرخ شاہ اور سلیمان شاہ فرمانروایان تخت کابل ہو گزرے ہین ؎ الحمد للہ کہ نیازم بہ نسب نیست * اینک بہ شہادت طلبم لوح و قلم را *

[1] آپ رئیس کرناٹک تھے آپ کو ہزہائنس کا خطاب اور اکیس توپ کی سلامی تھی۔ آپنے کتب اللہ کو سرخی بھیجی تھی جو ابتک مستعمل ہے۔

[2] آپ بھی رئیس کرناٹک تھے۔ آپکو بھی ہزہائنس کا خطاب اور اکیس توپ کی سلامی تھی۔

دماغ۔ اے ودود و اے حکیم احسان مین تیرے بیشمار *

میرا نام محمد عبد الرحمن تخلص شاطر کنیت ابو المعانی مولد و مسکن مدراس ہے۔
بدنصیبی کہو یا اور کچھ مذہبی شکوک بچپن مین پیدا ہو گئے اور علوم حکمیہ و فلسفہ کا شوق ساتھ لائے۔
علم کلام اور یونانیون انگریزون ہندون سب کا فلسفہ پڑھا
اور برسون غور کیا لیکن اطمینان حاصل ہونا تھا نہ ہوا۔ آخر بمصداق ؎ عشق می ورزم و امید کہ این
فن شریف ؛ چون ہنرہای دگر موجب حرمان نشود ؛ تصوف کی طرف مائل ہوا۔ مدتون کے غور و فکر
اور بحث مباحثہ کے بعد مرشد حق آگاہ طریقت پناہ کعبۂ جان و دل و وسیلتنا فی الدارین حضرت مولانا
مولوی سید شاہ حسین صاحب قادری تحرم مدظلہ العالی المتعالی کے دست مبارک پر بیعت کی اور اخذ فیض
کیا۔ علم و عمل حال و قال بے ریائی و پارسائی کی زندہ تصویر کسیکو دیکھنا ہو تو مدراس آکے حضرت اقدس
کو دیکھے۔ آپ کی بے لوث زندگی کے پاک حالات اور روحانی کمالات اثبات صداقت مذہب کیلئے
عقلی ہزار دلائل سے بہتر ہیں۔ اس قحط الرجال کے زمانہ مین آپ کا وجود باجود رحمۃ للعالمین کی رحمت عامہ
کا کرشمہ ہے۔ جس نے آپکے تصانیف یعنی شرح من لگن کلمۃ التقویٰ (تفسیر کلمہ طیبہ) اثبات ختم نبوت
وغیرہ دیکھے ہین وہ آپ کے علوم باطنی و ظاہری کا کسیقدر اندازہ کرسکتا ہے۔ آپ کے تبحر علمی و قوت
روحانی کا ادنیٰ کرشمہ یہہ ہے کہ مجھ سے مطلق العنان دیوانہ عقل کو دہریت و مادیت کے تاریک غارون
سے بچاکر صراط مستقیم توحید کی راہ دکھادی۔ ان تمام کاوشون کوششون اور کشمکشون کے بعد اعجاز عشق
کی بنا ڈالی۔ یہہ معجون مرکب مختلف و متضاد قوی اثرات کا نتیجہ ہے لہذا عجب نہین کہ بعض مضامین
مین تناقض و تعارض ہو۔ مثلاً تناسخ کا کہین اقرار کہین انکار۔ ایام جاہلیت کے خیالات کو بھی اسلیئے رکھ
چھوڑا ہے کہ ان سے تصدیقات قلبی کے منازل و مراحل کا پتا ملے۔ اس مین بوجوہ خاص ترتیب اشعار
کا لحاظ کم رکھا گیا ہے۔ قصیدہ اچھا یا برا جیسا کچھ ہے پبلک کے روبرو ہے۔ برا ہے تو میری ہیچمدانی و خام
خیالی کا مظہر ہے ورنہ عشق کا اعجاز ہے مین صرف ایک آلہ اور ذریعۂ اظہار ہون۔ ملکۂ شاعری
میرے خمیر مین داخل ہے نو دس برس کے سن مین بھی شعر کہتا تھا اور موزون کہتا تھا۔ خدا نے طبع موزون
دی تھی ایک مصرع کبھی ناموزون نہ نکلا عادی بات چیت مین اکثر وزن پیدا ہوجاتا تھا ؎ شعر میگویم
بہ از آب حیات ؛ من ندانم فاعلاتن فاعلات ؛ میری نظمین کارنامۂ ونشش

(جو فلسفۂ جدید اور مغربی سائنس کے دقیق اور معرکۃ الآرا مباحث پر مشتمل ہے اور جسمین مذہب کے اہم مسائل پر محققانہ و مجتہدانہ بحثین ہین اور جسکی نسبت مکرمی شمس العلما مولانا شبلی نے لکھا ہے کہ علمی مضامین کو نظم مین اسطرح ادا کرنا بڑی استادی کا کام ہے اور آپ اسپر مبارکباد کے مستحق ہین) اور مرقع جذبات اور مرثیہ دلِ مرحوم قدس سرہ اور قصیدۂ مجوبیہ (جو مین نے حضور نظام دکن خلد اللہ ملکہ کے آگے پڑہا تھا) وغیرہ عنقریب شایع ہونیوالی ہین۔ انجمن ترقی اُردو منعقدۂ کانفرنس دہلی نے ازراہِ قدردانی جنوبی ہند مین مجھے رکنِ اعزازی منتخب کیا۔ مکرمی مولوی جناب محمد عزیز الدین حسین خان بہادر کلکٹر میانگلور و ممبر بورڈ آف اسٹڈیز کی قدر شناس تحریک پر نظم اعجاز عشق ۱۹۰۹ء کے امتحانِ مٹرک کے لئے ٹکسٹ مقرر ہوی تھی چونکہ بورڈ آف اسٹڈیز نے اسوقت تک کسی باشندۂ جنوبی ہند کے کلام کو داخلِ نصابِ تعلیم یونیورسٹی نہین کیا تھا لہذا بعض ابنائے وطن نے اس انتخاب کو نگاہِ رشک سے دیکھا مخالفت کی اعتراضی عرضیان بھیجین مگر کچھ نکر سکے۔ بلکہ بمصداق ؏ عدو شود سببِ خیر گر خدا خواہد۔ نتیجہ یہ نکلا کہ خود مین مدراس یونیورسٹی کے بورڈ آف اسٹڈیز برائے عربی و فارسی و اُردو کا ممبر بنالیا گیا ؛

پستی و بلندی کی اضافی نسبت ہر شے مین موجود ہے۔ عشق کا اعجاز بھی اس سے مستثنیٰ نہین۔ مین جانتا ہون کہ بعض شعر اس نظم کے پایہ سے گرے ہوے ہین لیکن انکا چھانٹ دینا اختلافِ مذاقِ طبایعِ انسانی کی سراسر حکمت مصلحت کو نظرانداز کرنا ہے۔ زمانۂ اقامتِ حیدرآباد مین ایک ذی علم اور خوش فہم صاحب نے میری نظم کی تعریف کی اور اسکے کچھ شعر بھی پڑھکے سنائے۔ سب سے بڑھکر جس شعر کو پسند کیا تھا وہ یہ تھا ؎ زالِ دنیا تو نے مردون کو دئے کیا کیا فریب ؛ تیرا منھ کالا ہو اے قحبہ خدا کی تجھپہ مار ؛ ایک اور بزرگ نے اس شعر کی بیحد تعریف کی ؎ تیرا سودا سر سے جاتا ہے کہان اے مارِ زلف ؛ گوشۂ تاریکِ مرقد مین بھی تو ہے یارِ غار ؛ نکتہ شناس اصحاب سمجھ سکتے ہین کہ اِن ابیات کو اعجاز عشق کے بلند اشعار سے کیا نسبت ہے۔ اسی لئے مین نے تمام شعرون کو رہنے دیا ہے کہ ہر شخص بقدرِ قابلیت و حسبِ مذاق متاثر و متلذذ ہو ؛

بعض اساتذۂ فن نے اعجازِ عشق میں سے بہترین شعر کو منتخب کرنا چاہا ہے۔ مولانا حالی کی رائے میں سب سے افضل یہہ ہے ؎ یہ محل اٹھتا نہیں ہے ایک بھی تیر اقدم ٭ کوئی ہے تجھ پر سوار اے ابلقِ لیل و نہار ٭ اور مولوی علی حیدر صاحب نظم طباطبائی لکھنوی کے خیال میں ؎ جوہرِ فردِ آئینہ بادانی انسان کا ہے ٭ دونوں جانب ہیں برابر کے دلائل بیشمار ٭ مولوی عبد الحلیم صاحب شرر لکھنوی کے خیال میں یہہ ؎ حرکت قسری ہے بیشک اتفاقاً سر پر دلیل ٭ گیند اوچھالے ہیں یہاں دستِ قضا نے بیشمار ٭ اور ڈاکٹر شیخ محمد اقبال صاحب ایم اے کے نزدیک ؎ ہم خدائی کرتے ہیں تیری بدولت اے خیال ٭ ایک کن سے ہوتے ہیں عالم ہزاروں آشکار ٭ مولوی مرزا سلطان احمد صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ میانوالی نے اپنے خاص فلسفیانہ انداز میں فن شاعری پر ایک عمدہ کتاب لکھی ہے جسمیں اکابر اساتذۂ ماضی و حال کے شمول میں از راہِ قدر افزائی میرا بھی ذکر فرمایا ہے اور اعجازِ عشق میں سے اشعار ذیل کو منتخب کیا ہے ؎ قبلۂ دل عشق ہے اور کعبۂ جان عشق ہے ٭ ہم اسیکو سجدہ کرتے ہیں نہان و آشکار ٭ ہم کبھی کرتے تھے رم صیاد اب تو رام ہیں ٭ خود چلا آتا ہے لے ڈالے ہوئے گردن شکار ٭ دل وہ مقناطیس ہے زایل نہو جسکی کشش ٭ زلزلے گو جسم کے کشور میں آئیں بیشمار ٭ حسرتِ موہانی نے اُردوے معلی میں اِس نظم پر ریویو کرتے ہوئے جن شعروں کو منتخب کیا تھا وہ سب بالا مذکور اشعار سے الگ ہیں۔ فصیح الملک اور دوسرے رسالوں کا انتخاب بھی ایک دوسرے سے نہیں ملتا۔ صورت کے ساتھ سیرۃ بھی ہر انسان کی جدا ہے تو مذاقِ سخن میں اختلاف کیوں نہو۔ حق یہہ ہے کہ کوئی شعر ایسا نہیں جسکو تمام اشعار پر بالاطلاق ترجیح ہو۔ ہاں میں یہہ بتا سکتا ہوں کہ کن اشعار کے کہتے وقت جذبات کا تھرمامیٹر نقطۂ علیان پر پہنچا ہوا تھا اور دل کا دریا طوفان خیز تھا لیکن ان اشعار کا پتا دینا بمصداقِ ؎ عشق عیانست اگر مستور نیست ٭ کشتنہ جرمِ زبان مغفور نیست گناہِ بے حاصل ہے بعض اشعار سے ابتک مجکو بوئے کباب آتی ہے شاید اہلِ دل کے دماغ بھی محسوس کریں۔

کچھہ شعر ایسے بھی ہیں جو باعتبارِ مضمون مبتذل بلحاظ بندش سست اور بحیثیت شاعری پست ہیں لیکن چونکہ خاص خاص واقعات اور حالات پر مبنی ہیں نہایت عزیز ہیں۔ انکا قتل یا انکے اعضا پر عمل جراحی کرنا سخت بے دردی معلوم ہوتی ہے۔ انکا ایک ایک لفظ دفترِ معانی بغل میں لئے ہوئے ہے مثلاً اس شعر میں ؎ قیس کی۔ آگے ترے شاطر کے جانی! کیا بساط ٭ زندہ در گور آہ ہوجانا نہیں ہر کھیل یار! نہ تو مضمون اچھوتا ہے نہ بندش ٹھیک۔ بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ شاطر بساط اور کھیل کی لفظی مناسبت کیلئے شعر کہا گیا ہے۔ اہلِ نظر سمجھہ سکتے ہیں کہ مصنف اعجاز اس قسم کے بازیچہ اطفال

کو پسند نہین کرسکتا پھر ایسے اشعار کا بے پروائی سے اعجاز مین داخل کردینا چہ معنی دارد۔ ع کچھ تو ہے جسکی پاسداری ہے۔
جواہر کے ساتھ دریا مین خرمہرے بھی پیدا ہوتے ہین۔ کوئی وجہ زینت ہے کوئی موجب منفعت۔ نگاہ نبض شناس فطرت مین کوئی شے من کل الوجوہ بیکار نہین۔ صرف جواہری جواہر لین اور خرمہرہ کا نشان نہ رہے تو جواہر کی قدر کیساتھ دریا کی شان بھی گھٹ جائے۔ اور خرمہرون کے طالبون کی آس ٹوٹ جائے۔

تقلید چاہتی تھی کہ کسی استاد زباندان کی اصلاح کے بعد نظم شایع ہو غیرت راضی نہوئی کہ الہامات عشق مین غیر تحریف کرے۔
۱۳۲۲ھ ہجری مین اس نظم کی ابتدا اور پہلی اشاعت ہوئی۔ اسکے بعد وقتاً فوقتاً اضافہ ہوتا گیا ہنوز ناتمام ہے اسلئے کہ جبتک اضطرار پیدا نہو مین اپنے اختیار سے شعر نہین کہتا۔ خدا جانے کب نظم کامل اور بار امانت سے سبکدوشی حاصل ہو۔
میری علمی ترقیان خیالات معتقدات احساسات جذبات وحالات کی غیر معمولی تبدیلیان اور نیرنگیان بڑی دلچسپ و دانش آموز ہین انکو اپنی سوانح عمری کے لئے اٹھا رکھا ہے۔ مجھے گورنمنٹ سے پولیٹکل پنشن ملا کرتی ہے۔ اللہ بس باقی ہوس ٭

غلط نامہ

قریباً محال ہے کہ انسان اپنے تمام عیوب پر خود بخود مطلع ہوجائے۔ اسیطرح مصنف بھی کتابت کی ساری غلطیون کی تصحیح نہین کرسکتا۔ کاپی دیکھی پروف دیکھا۔ تاہم کچھ غلطیان رہگئین جنکے لئے غلط نامہ کی ضرورت پڑی۔ ممکن ہے وہ بھی جامع نہو۔ اعجاز عشق کے پڑھنے اور سمجھنے والے کو کاتب کیا دھوکا دے سکتا ہے۔

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲	۱۰	ناپیا	ناپنا	۱۳	۲۰	ہفتخوان اسفندیا	ہفتخوان اسفندیار
۲	۱۵	عشق ہے	عشق سے	۱۳	۲۱	رخصیت	رخصت
۳	۱۵	ہی دل	یہی دل	۱۸	۱۸	عشق مین توہی	عشق مین توہی
۵	۱۸	ظاہر تیرا	ظاہر تھا	۲۰	۷	صیاد	صیاد
۷	۱۷	ماضی ہین	ماضی مین	۲۱	۱۴	زاز	زار
۸	۱۶	تھنڈا	ٹھنڈا	۲۳	۵	لاتقنطو	لاتقنطوا
۱۲	۶	لوزبار	نوربار	۳۰	۱۳	ہین۔ ثمار	ہین ثمار
۱۲	۲۱	تروے	ترے				

تمت

صفحہ ۴۹۔ اشعار مندرجہ حاشیہ مین بجائے "طاعت و اخلاص و شفقت تمھاری مان کا شعار" کے "شفقت و مہر و اطاعت تمھاری مان کا شعار" پڑھین۔

مطبوعہ مطبع نافع الاسلام مدراس

٧٨٦

ان من الشعر لحکمة وان من البیان لسحرا

فیض حق را گنجینہ شاگرد کریم
عقل کل را آئینہ فرزند کریم

ضمیمہ اعجاز عشق

محمد عبد الرحمن شاطر مدراسی

سنہ ١٣٣٧ھ مطابق سنہ ١٩١٩ء

خسرو ملک معانی ہیں وہ اور آبا مرے
کابل اور کرناٹک و ایران کے تاجدار

مطبوعہ شاہ الحمیدیہ اسٹیم پریس مدراس

قیمت ۴/

۷۸۶

ان من الشعر لحکمة وان من البیان لسحرا

فیضِ حق را گنجینہ یا گنجوریم
عقلِ کل را با ہمہ فرزندیم

ضمیمہ اعجاز عشق

۲

محمد عبدالرحمٰن

شاطر مدراسی

سنہ ۱۳۳۷ھ مطابق سنہ ۱۹۱۹ء

خسرو ملک معانی ہیں ہوں اور اکبر
کابل اور کرناٹک و ایران اپنی جاگیر

مطبوعہ شاہ الحمید اسٹیم پریس مدراس

قیمت ۴ /

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اعجازِ عشق کی پہلی اشاعت ۱۳۲۲ھ ہجری مین ہوی اُسوقت ۳۸۸ شعر تہے دوسری اشاعت مین ۴۷۲ اور تیسری مین ۶۸۵ شعر ہو گئے اِس ضمیمہ کے ۲۸۷ شعر ہین خدا جانے اور کتنے شعر مُلہمِ غیب کے علم مین موجود ہین اور ظہور کے لئے وقت کے منتظر تیسرے اڈیشن مین مشاہیرِ ہند کے تقاریظ بہی مندرج ہین اور مصنف کے نسبی تعلقات اور مختصر حالات بہی لہذا اُنکا اعادہ تحصیل حاصل ہے۔ خدا کے فضل سے توقع ہے کہ جب تک میرے ممدوح حضرت سید الشہداء علی جدہٖ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خونِ مطہر حرّیت، صداقت، ہمّت، حمیّت، رحمت و محبّت، معرفت و طمانیت کی موجین خیالات و جذبات مین پیدا کرتا رہیگا آپکی شہادت کے صدقے سے میرا خونِ دل اور خونِ دماغ بہی جو اعجازِ عشق کی صورت مین نمایان ہے دلونکو مسرت اندوز اور دماغون کو حکمت آموز بنایا کریگا معاصرین نے اعجاز کو اردو کی بے مثل نظمون مین محسوب کیا ہے۔ فضلِ الٰہی پر بھروسا کر کے لکھتا ہون کہ آیندہ نسلین اُسکو نفسِ ناطقہ کا آخری معجزہ تسلیم کرینگی اور پاک روحین عالمِ ارواح مین مجھے مبارک باد دینگی معانی کے اعتبار سے ممکن ہی کہ دنیا کی کسی زبان مین کسی شاعر نے ایسے دقیق اور عمیق خیالات ظاہر نہ کئے ہون۔ اہلِ دل کے کلام کا ذکر نہین کہ وہ چیز ہی کچھہ اور ہے ع کارِ پاکان را قیاس از خود مگیر ٭ گرچہ ماند در نبشتن شیر و شیر

فخرِ اقران قطبِ زمان قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین مولانا مولوی حضرت سید شاہ حسین صاحب قادری مدظلہ العالی المتعالی کی غلامی پر جسقدر ناز کرون بجا ہے کہ آپکی ادنیٰ توجہ نے اس ہیچمدان کی زبان سے معارف کے دریا بہا دئے۔ رباعی

آئینہ علم و فیضِ مرشد میرا ٭ ہے وارثِ حالِ خاص آلِ عبا ٭ ہمنام خلف بہی ہے خلیفہ بہی ہے ٭ تفسیرِ حسینی کا ورق ہے گویا

میری سب سے زیادہ عزیز بضاعت میری نظمین ہین جنکو مین اس تحریر کے ذریعے سے اپنی عزیز قوم پر وقف کئے دیتا ہون جسکا جی چاہے اعجازِ عشق و گلدستۂ نظر و ضمیمۂ اعجازِ عشق کو طبع کرائے اور فروخت کرے۔ اعجازِ عشق بی۔ اے کے نصابِ تعلیم مین بہی داخل ہے

محمد عبد الرحمن ناظر

فرزندِ حضرت مولوی نواب محمد عبد الغنی خان بہادر امیر مرحوم و نبیسۂ ہز ہائینس نواب اعظم جاہ بہادر نوابِ کرناٹک و ممتحن مدراس یونیورسٹی آنریری پریسیڈنسی مجسٹریٹ۔ زمیندارِ شانیورم۔ ایجنٹِ ہز ہائنس حضور پرنس آف ارکاٹ۔ جی سی۔

٭ جناب ایسرا بہادر اور ... مسلمان منتخب ہوئے تہے جنمین مین بہی شامل تہا۔ مجھے بتقریبِ تاج پوشی شہنشاہ عظم ... دربار بہی ملا تہا اور سرٹیفکٹ آف آنر بہی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وحی کا گر راز اسپنسر پہ ہوتا آشکار
نفیٔ جسم و روح اور اثباتِ ہو خود اوس مین ہے
علمِ ادریسی جدا ہے علمِ تدریسی جدا
ہمکو دو کل کے شکنجے مین دبائے ہے خودی
دوزخِ دارین سے دی ایک امّی نے نجات
تاجِ خلّت عشق نے رکہا ہے جسکے فرق پر
صورتِ مکتوبی و ملفوظی اجسام و عقول
آپ کو پہچان اور آپے کو کر اپنے سے دور
جبریہ کا سا عقیدہ قدریہ کا سا عمل
ہے خطا ناشی خودی سی ورنہ فاعل ہے حکیم
ہون مخاطب لاتخف کا مجھکو ای واعظ نہ چہیڑ
شیخ و استاد و پدر تینون کا اعظم ہے لقب
جان ڈالی ہے ہماری زیست مین اک خواب نے
اوس مین اور مجھ مین ہے فرق اطلاق اور تقیید کا

ماننا پڑتا اوسے اسلام کو بے اختیار
ذکرِ اسم ذات ای عرفان طلب اکر اختیار
اللہ اللہ امّی اور امّ الکتاب اور ریگزار
دل جو دین ہون اس عذابِ خوف و غم سی رستگار
موت و بعث و قدر و حق کو مان لے ای ہوشیار
اوسکو جبریلِ امین کی بہی مدد لینا ہے عار
مثلِ معنی ہستیٔ مطلق ہے جسنے آشکار
ہے اسی علم و عمل پر عیشِ سرمد کا مدار
یہہ ہے شانِ عبدِ جامع یہ ہے جبر و اختیار
مثلِ افعالِ خضر ہین جرم سب حکمت شعار
میری توبہ کا ہے ضامن میرا شیخ نامدار
جنکی عظمت پر مجہے ای دل ہے کیا کیا افتخار
دل کی قوت جسم کی صحت کا ہے جس پر مدار
جب انا الشاطر ہو پنہان ہو انا الحق آشکار

یہ بہی کوئی زندگی ہے خوف و غم کا ہون شکار
گاہ جینا تلخ ہے اور گاہ مرنا ناگوار

جو ترا عالم نہین معلوم اوسکو کچھ نہین
جو ترا عابد نہین معبود اوسکے ہین ہزار

ہے عصا و خامہ چوب خشک ای دریائے نیل
لیکن اونسے زور دست حق ہوا تہا آشکار

کیسے موزون کیسے معنی خیز کیسے پر اثر
شعر سہل و ممتنع ہین واقعات روزگار

مغز افلاطون بہی ہے اک بلبلا اس بحر کا
تہاہ کے اسرار کیا ہونگے کسی پر آشکار

تو نے عالم کی حقیقت کہول دی ای ٹیلسکوپ
صفحۂ علم ازل کا آئینہ ہے روزگار

آنکھ جھپکی عرصۂ کون و مکان طی ہوگیا
شہپر جبریل بال طائر دل پر نثار

عشق دل کے واسطے اور سنکھیا بہر بدن
راس ہو تو آب حیوان ہے وگرنہ زہر مار

بس یہی دریافت کے قابل ہے راز ای فلسفی
حسن کیا ہے اور کیون کرتا ہے دل کو بیقرار

اژدہا کافر کو مومن کو عصا آیا نظر
مادی پر جسم اور صوفی پہ حق ہی آشکار

دیکہتا ہے شب کو بہی نکر سراپا چشم چرخ
کسقدر دلکش ہے اس دار الخلافت کی بہار

کیا کرینگے ہو کے ہم قید عناصر سے رہا
گر نہوائی بدھ وصال جانجان کا انتظار

یا تو اب تک خواب مین تھے یا ہین اب ہم خواب مین
اللہ اللہ کچھ عجب عالم ہے بعد وصل یار

جیمس! جو واحد نہین مطلق نہین وہ جب نہیز
کشف مشرک قید سی خالی نہین ہے زینہار

خودشناسی کا ہے فرق انسان اور حیوان مین
اور کیا غافل ہو مذہب پر دلیل استوار

ہو ریاضی کے مسائل کا اگر تجھکو یقین
کلمۂ طیب بنادے کیا سے کیا ای ہوشیار

یا مکان مین یا زمان مین فرق آتا ہے ضرور
دیکھتا ہے ایک جلوہ ایک ناظر ایک بار

حسن گل ہی پر فقط آیا نہ ای بلبل زوال
گھٹ رہا ہے وہ بہی تو سمجھی ہے جسکو پایدار

طالب صادق کو مل جاتی ہے راہ ای تالستائی
آدمی گر آدمی ہو کیون نہو جویائے یار

ذبح کرنے کو پدر راضی ہے مرنے کو پسر
عاشقون کی ہے شریعت ہی جدا ای ہوشیار

مل گیا ہپناٹزم سی ہمکو اے شاطر ثبوت
روح احکام ازل کرتی ہے بروقت آشکار

ای جنون پہر یاد آئی وہ ہوائے مرغزار
حال ماضی ہے کسی جا اور مستقبل کہین
کوئی مستثنیٰ نہین تغیر کے قانون سے
نام کا انسان ہے وہ جسمین نہین عقلِ معاد
تختِ طاؤسی کے مٹ جائینگے کیا دل سے نشان
وقت ہو محسوس سورج کی گھڑی ہو یا نہو
ای سکندر آتشِ سیال پر بجلی گرے
نفسِ سبعی نے جو انسان کو سکہائے ہین ستم
کثرتِ گل سے نظر آتے ہین پتے رشکِ گل
تختِ اندر کو بہی دیکھا مجلسِ گلفام بہی
مثلِ عینکِ چشمِ دل کے ہون معاون عشق و عقل
ہم فنا کیا ہونگے جب ہم نے کیا یہ فیصلہ
ہوگیا گو ہے محیطِ مشتری [illegible] بے بہا
ناز ہے شاہ و گدا کو اپنے اپنے عیش پر
شرم ای انسان تو مرکب ہو کلبِ نفس کا
ہاے وہ دورانِ خون اور آہ وہ [illegible] روح
اب نہ پہولون کی مہک ہے اور نہ کانٹون کی کہٹک
قلب مائل روح سائل عقل قائل ہے مری
جسمِ فانی مین ہے ساری [illegible]
برفِ پیری نے کیا ہے آنسوؤن کو منجمد
ڈھکسلے کیا جانے گرمی کیا ہے کیا ہے روشنی

وہ ترانے طائرون کے اور وہ شورِ آبشار
ہے مکانون کے تبدل پر زمانون کا مدار
ای گلِ تر ہے گلِ خورشید بہی ناپایدار
عشرتی دانش مین نحل و نخل بہی مین حصہ دار
گرچہ ای دہلی بڑہایا جارج نے تیرا وقار
شیشۂ ساعت ہی خود دل اور خیال اوسکا غبار
روح دارا جلتی ہے اصطخر بہی ہے شعلہ زار
اوسنے کب واقف ہین شیر و بیل و خرس و کلب و مار
شاہدِ قدرت کی گلپوشی ہے یا فصلِ بہار
ہم کو دہوکا دینگے کیا اب عیش و رنجِ روزگار
سارے اخلاقی فضائل کا اسی پہ ہے مدار
مادہ ہے غیر فانی اور قوت برقرار
ہم بہی پیری مین کسیکو دل نہ دینگے زینہار
زعمِ باطل پر ہے ان دونون کے خندان ہوشیار
اور تیرے حکم سے ہون شیر پر گتے سوار
کیا یہ قالب ہے وہی ای جان جو تہا برق زار
مدتون تک میرے گلشن مین بہی تہی فصلِ بہار
حسن و فیض و حکمتِ فطرت پہ ہون جی سی نثار
[illegible] باری مین ہو جیسے عکسِ شمسِ نور بار
[illegible]ے وہ کیا دن تہے جب تہی جوششِ سیلِ بہار
وہ جنونِ عشق شاطر یہ فسونِ حسنِ یار

خندۂ گل اگر یہ بلبل بہی ہے ناپائدار
عیش و غم دونون یہ ہی گاہی خزان گاہی بہار

بدھ کو شیر گرسنہ کے آگے ڈالا رحم نے
ہو گئی کمزوری و کوتاہ بینی آشکار

کب **اڈیسن** کو خبر **فونو** نے دی اس حال کی
مجھپہ احسان ہے ترا ای لذتِ پیغامِ یار

ایک حالت مین گذر سکتا نہین دن ہر یہان
ابلہ و نادار ہے ہر مالدار و ہوشیار

ہاے کیا کالی بلا تہی شامِ غربت ای وطن
گورِ کافر کی طرح دل ہو گیا تاریک و تار

نشۂ حرّیت کا ہوا فیون سے پیدا العجب
چین مین لایا **ریپلک** انقلابِ روزگار

زر پرستون نے نہ جانی قدر تیری ای کمال
مال خود موجود ہے تجھہ مین نہان و آشکار

سب سے بڑہکر عشق بہی حیوانِ ناطق کو ملا
عشق کو کہنا جنون دیوانگی کا ہے شعار

کچہ معما کچہ ہین تاویلاتِ مہمل ای حکیم
ایک لفظِ کن کی تفسیرین ہوی ہین بےشمار

کر دیا بےہوش جب کاٹی رگِ جانِ حزین
ہے مسیحائے اجل کیا رحمدل حکمت شعار

یہ سعادت مشتری کے بہی مقدر مین نہ تہی
اے زمین تجھکو خلیفے نے لگائے چاند چار

تین عالم ہین یہان بیداری و خواب و خیال
خوش نصیبی کا ہے پہر معیار کیا ای ہوشیار

نقشِ باطل ہستئ وہمی کا جب مٹنے لگا
چہا گیا حق دیدۂ حق بین پہ وقتِ احتضار

تیرے ایوان کو سمجہتا ہے وہ اپنا آشیان
ہے کبوتر بہی برابر کا شریک ای شہریار

تجھکو **اسپنسر**! نہین معلوم کیا شے ہے بدی
آرزوئے خام ہے **ملینیم** کا انتظار

حضرتِ آدمؑ پہ ای موسیٰؑ کیا کیون اعتراض
کیا کرے وہ جسکے دلپر ہو کسیکا اختیار

خانۂ آئینۂ دل بنکے جب کامل ہوا
جلوہ گر اوسین ہوی بنکر مکین تصویرِ یار

روشنی و گرمیٔ مہرِ قدم ہین علم و عشق
دیدہ و دل کی چمک ہر ذرہ سے ہے آشکار

نقطۂ وحدت کو کہئے مرکزِ ثقلِ دو کون
ہین اسی سے سارے اجسام اور ارواح استوار

ہمتِ مردانہ ممکن کی یہہ معراج ہے
ہے فقیری بہی خدائی کا ظہور ای ہوشیار

فرق رخصت اور عزیمت کا ہی وسعت کو لئے
اختلافاتِ ائمہ کا ہے رحمت پر مدار

ہجر مین ای بیوفا دل تجھکو رونا ہی ہے بار
وصل مین ہر خون کا قطرہ تہا دلبر پر نثار

دلکشا رحمت فزا تہا حجرۂ تاریک و تنگ
ہم ترے قائل نہین ہین ای ہوائے مرغزار

بند جب ہونے لگین آنکھین تو وہ یاد آ گیا
آنکھ کھلتے ہی جہان مین سن لیا تہا نام یار

ہے تماشا دیدنی پیران نابالغ نظر
ایک لعبت پر ہین تہخانے مین سو جانسے نثار

سنگ صبر و تیغ کبر ای عشق پگھلے مثل شمع
بوتۂ دل ہے حریف آتش دوزخ شرار

وقت واحد مین دو ناظر اک جگہ کیونکر ہون جمع
کثرت اشکال ہے ہر ایک شی سے آشکار

خودکشی ہر وقت ممکن ہے کبھی جائز نہین
کیا اسی کا نام شر محض ہے ای ہوشیار

خاک ڈال اکسیر پر ای جوگی ای صحرا نشین
ہمکو پانی چاہئے آئی ہے لب پر جان زار

اوسکے احسان کے قلادون پر قناعت چاہیے
کیا خری ہے حرص عرفان و سگان کوی یار

دیکھ غافل غور سے وارفتگان حق کا جوش
مثل شعلہ رقص کرتے ہین میان شعلہ زار

ہاتھ میرا یہ ہلا وہ آنکھ پہر جھپکی تری
غور کر قدری! کہ ہے تو کسقدر بے اختیار

حسن و نیکی زور و زر علم و عمل یکسان نہین
گر نہین مقصود قسمت مین تری ای خواستگار

جو گیا ہان جو گیا ای مضطرب آتش نفس
نغمہ ہائے نالہ زا پر وجد کر ای جان زار

خوبی و نیکی سے آئے اونہین محبوبی کی شان
عاشق صحت ہے جسم اور جان ایمان پر نثار

خودکشی سے بڑھکے دنیا مین نہین کوئی سزا
قابل عبرت ہے محسن کش یہودا کا مزار

زیست کا معیار چاہیے پست ہو چاہے بلند
نسبتہ یکسان ہین گے فاقہ مست و مالدار

سبکے سب عاشق ہی ہین معشوق بہی اللہ ہی
ہے نیاز و ناز و عیش و غم بقدر اعتبار

حضرت یوسف بہلا لغزش سے بچتے کس طرح
بت جو ہوتا غیر مادی غور کر ای ہوشیار

بادۂ تحقیق کی آتی ہے کچھہ کچھہ اوس سے بو
اسپنوزا بہی مرے میخانے کا ہے دُردخوار

قدرت و علم و مسرت مین اضافہ ہو گیا
حسب استعداد مل جاتا ہے فیض وصل یار

عاشق و دیوانہ و طفل و ہوس کی طرح
اپنی کملی مین مگن شاطر بہی ہے ای شہریار

منتہاے عیش و غم ہے ہمکو شاطرِ محبت ہار
یہ مزہ اسکندر و دارا نے پایا ایک بار

سود کا طالب ہے تو ای محرمِ اسرارِ دین
اور عمل سے ہمکو ہے مقصد دپاسِ حکمِ یار

وارداتِ قلب مین پنہان ہے سرِ معرفت
دشت مین اکسیر کی بوٹی ہے ای غفلت شعار

یہ نہ جائیگی تڑپ جب تک نہ ہو جلکر بھسم
دل مرا برقِ تجلّی کے لئے ہے بیقرار

سر جھکاتا ہے اشارون پر ترے ای عشقِ دل
عقل کے فتوون کی کچہ پروا نہین ہے زینہار

صورتِ افشان چمکتے ہین یہان تارے نئے
شاہدِ قدرت کا ہے ہر رات کو تازہ سنگار

بندۂ حرص و ہوا کو علم سے کیا فائدہ
ذلّتِ بیکن سے ہے سقراط! تو کیون شرمسار

دن کو جب دیکھا تو نظرون سے گرے اکثر حسین
دیکھ گبن! ہے یہی نام آورانِ روزگار

چشمِ عارف مین دوا ہون بلا ہے ای طبیب
تیری اٹکل پر نہین انسان کی صحت کا مدار

کلک و دست و قلبِ کاتب باعثِ حرکت نہین
چشمِ ظاہر بین پہ لیکن حق نہین ہے آشکار

بوی گل بلبل کے حق مین گنجِ باد آورد ہے
مجہ پہ بہی احسان کر لا ای صبا پیغامِ یار

نسبتِ صوفی عطا ہے طبعِ موزون کی طرح
علم و اخلاق و عبادت پر نہین اوسکا مدار

کلبِ صحرائی وفاداری کہان سے لاسکے
ہو نہین سکتا ہے دہری کامل انسان زینہار

سرِ معانی مطمئنہ نفس اور قلبِ سلیم
ڈارون! کیا خاک کرتی ہے یہ جوہر آشکار

تجربہ پر کب ہین مبنی خود مبادی سائنس کے
غور کر مل! ظنِ الہامی پہ ہے اونکا مدار

صنعتِ حق خردبین و دوربین سے دیکھ تو
فلسفی! ہمکو نہین عینک کی حاجت زینہار

ایک کو یہ مانتا ہے ایک کو وہ چاہتا
تیری وحدت پر دماغ و دل ہی دو شاہد ہین یار

خود اجل حافظ ہی تیری اوس سے پھر ڈرتا ہی کیون
چہاؤنی مین تنبوؤن کی کر آرام وقتِ کارزار

مادہ کی خارجی ہستی کا عنقا ہے ثبوت
[illegible] مادی اوسکا مدار

ہے مکان یا پردۂ نیرنگِ فانوسِ خیال
جب یہ واردات سے علمی صور ہین آشکار

حرکتین مہرون کی ہین شاطر کو اور جاہل کو پیچ
دفترِ معنی ہین بس ہین واقعاتِ روزگار

دہ بہی تیری طب پہ ہے ای ڈاکٹر جی سی نثار
پستی دہری کہان اور مستی صوفی کہان
کس طرف جائیگی یہ مکھی تبا دین مل کے سب
رکہتے تہے تعویذ مقناطیس جو بہر امان
آسمان کو دیکھنا پہرون نہین ہوتا نصیب
شوق باعث درد زہ کا تہا نتیجہ ہے سر درد
حق شناسون کا ہین صدقہ ملحدون کی خوبیان
جو سبق تونے دیا ہے جلد ہو لیگا نہین
کشتگانِ عشق کی کیا جان ہے کیا شان ہے
عاشق و معشوق کو ہے وحدت و کثرت پہ ناز
تخم سے مطلب نہین ہے رکہتے ہین ہم پہل سے کام
کیا ہے معیارِ صداقت غیرِ عشق ای منطقی
چاہِ بیژن کا طواف اور دخترِ افراسیاب
قصۂ شاپور و قیصر خواب آور ہو گیا
ہاتھ آئے صحت و دولت مجہے اکسیر سے
ای متسکِ ہمت و محنت سے کیا ہوتا نہین
میرے ساقی ایک ساغر اپنی بزمِ خاص سے
ہے ثمر اچہا تو لازم ہے شجر بہی خوب ہو
آپ کو کہو تا ہے کوئی اور سوتا ہے کوئی
صورتِ گل مین نمایش ہے جہانِ رنگ کی
بے نہایت ہے مکان شاطر موبد ہی زمان

پاس مسلم کر [illegible] دیکھے ہے اک جانِ زار
کیا انا القرد و انا الحق ہین مساوی ہوشیار!
ہین یہان لاکہون طبیعی اور مہندس بیشمار
ہو گئے اول وہی ایوان تجلی کا شکار
ای زمین مشغول رکہتی ہے ہمین تیری بہار
بیچ مین دو یُسر کے اک عُسر ہے ای ہوشیار
صحبتِ نیکان نہین خالی اثر سے زینہار
گرچہ ہے ای جرمنی انسان بڑا غفلت شعار
سیکڑون زندون کی روزی کا ہی ضامن اک مزار
اوسکا مطلوب ایک ہے اور اسکے طالب بیشمار
خلطِ سودا ہو تو ہو ذوق آفرینِ حسنِ یار
ہے اسی پر لذتِ موجود و مرجو کا مدار
باؤلی کے ننگے سر پر عشق کا جن تہا سوار
نشۂ غفلت کا ہے اللہ کیا کافر خمار
یا ملے الفقر فخری کی شرابِ خوشگوار
حرکتِ قلبی بہی آجاتی ہے زیرِ اختیار
سر شکن ہے حُبِّ جاہ و حُبِّ انسان کا خمار
ای حیاتِ طیبہ تو ہے مآلِ وصلِ یار
بیخودی پر طالعِ خوابِ زلیخا بہی نثار
دمبدم ہے نو بنو یان عکسِ اسما کی بہار
ان مظاہر سے ہے بیشک شانِ ظاہر آشکار

جسم کے درجے مین جب ہو بیخودی وہ نیند ہے
ایک پل مین ہمیہ گذرے مدتون کے وقعات

تواعیبا سے بنا ہے کیجیے گر فرض بہی
عالم باقی ہو کیونکر عالم کون و فساد

اپنے اپنے فعل پر ہو فاسق و مشرک کو جزم
وصل ممکن ہی نہین جب تک نہ حاصل ہو رضا

خوابِ شیرین خود ہے ای نائم ترا محسوس فعل
جب تصور خود فنائے روح کا ممکن نہین

گو بصیرت اور بصر ساری ہین سارے جسم مین
جان سے بیزار ہون کب تک عتاب ایجانِ جان

ٹوٹنے والے ستارے ارض پر لائے حیات
مادہ اب تا قیامت سر اٹھا سکتا نہین

عالمِ طبعی ہے حرکت عالمِ نفسی خیال
مہد سے لیکر لحد تک ہم وہی ہین بالیقین

ساری تاویلین ہین بارد ساری توجیہین ہین ہیچ
الفتِ جان و جہان سے دل نہ جب تک سیر ہو

مژدہ وجد انگیز و جانِ عاشقان ہے سجدہ ریز
ای برہمن سادہ لوحی تیری کر با پر ہے ختم

منکرِ ہستی واجب بہی تو کہلائے حکیم
صوفیٔ خلوت نشین کا فیض تجہسے کم نہین

پھینک دی تاجِ کیانی کسقدر وجد آگیا

روح کے درجے مین ہو تو کشف ہے ای ہوشیار
خواب ہے جسمِ مثالی پر دلیلِ استوار

ڈاروِن! پہر اس ترقی کا ہے کیا انجام کار
ساتھ اپنے لائے ہین اوسکو حواسِ مستعار

قیل و قالِ میکدہ ساقی اگر ہو آشکار
دل سے طالب دور کر دے آرزوئے وصلِ یار

دور ہو سکتا نہین ادراک ہمسے زینہار
ہے بقا واجب مری آرزوی عقل ای ہوشیار

چشمِ بینا و دلِ دانا سے ہین وہ آشکار
مرنیکو تیار ہون تا کے نقاب ای روی یار

سائنس کو **کلِون!** اسی تحقیق پر ہے افتخار
برکلے کی تیغِ استدلال کا اللہ رے وار

ترجمان ہے درمیان اونکے دماغ ہوشیار
سارے اجزا جسم کے بدلے اگرچہ بار بار

ارتقا کے تین درجے طی ہونگے زینہار
آرزوئی وصلِ جانان ہے جنون ای ہوشیار

ہے لِدُوا للموت وابنوا للخراب ارشادِ یار
جانور ہر سانس مین مرجاتے ہین یان بیشمار

اللہ اللہ بے تمیز ہائے اہلِ روزگار
ای مدرس ہین تخیل کے بہی آثار آشکار

جام مین دیکہا جو کیخسرو نے عکسِ روئی یار

ہر زمان مین ہے مکان اور ہر مکان مین ہے زمان
حسن سے بھی بڑھکے مستی خیز ہے تو اے سماع
عقل کیا ہے بس عمل ہے جمع اور تفریق کا
مہ کس ملک الفظ و معنی مین ہے [illegible]
دل جو جلوہ تہا زمین پر آج نظارہ ہے [illegible]
آدمی کو کس قدر تسخیر فطرت پر ہے ناز
رہ گئی [illegible]
شعر تو کچھ اور شی ہے حکمت خشک اور ہے
فرق ہے دونون مین گو کامل ہین [illegible]
دل مین پنہان ہے خیال اور آشکارا حال و قال
ساری دنیا کی حکومت بس مسلم ہے اوسے
گو عمل مبنی ریا پر ہے مگر ہے ترک عمل
جرم آدم مبنی شہوت پہ تہا بخشا گیا
ڈاروِن اہے ارتقا کی شرط اول اندراج
جب ترقی کی ہو خواہش تو پھر کیا چاہیئے
[illegible] کیا عمل
حب دنیا ترک دنیا دونون ہین گمرہیان
سچ ہے اے دنیائے فانی عیش باقی کی قسم
گر نہین ممکن تو پھر اے ناصح نادان بتا
عالم غیب و شہادت دونون ہین بے انتہا
انتخاب [illegible] کیا کیا تنازع للبقا

دونون پردہ وحدت و کثرت کے ہین آئنہ دار
آتش شوق اوٹھا بھڑکا [illegible] یار
عاقل و عامل ہے جو پہچان [illegible] ہی ہوشیار
گر او رزا کو دیکھا نہین [illegible] نہار
پھر کہین اسکو کہین کی روشنی کل آشکار
اور نہین دوران خون محسوس وزیر اختیار
گو ہین منصور و کرشما [illegible] عشق یار
طفل کی باتون پہ تقریرین نصیحتون کی نثار
حال عاشق سے ہو کیون شان معشوق آشکار
جڑ ہے پوشیدہ زمین مین اور ظاہر برگ و بار
جسکو اے قلیم ہو اپنے جسم و دل پر اختیار
گھات مین ہے رہزن اے سالک اوس سے ہوشیار
اور ابلیسی گنہ کا تھا تکبر پر مدار
تخم مین جو شی نہین کیا ہو شجر سے آشکار
ہے رضا سے کونسا بہتر مقام اے ہوشیار
اب وہی دار المحن ہے جلوہ گاہ حسن یار
اسی کو قبول کرتے ہین ہم [illegible] طریقہ اختیار
خودکشی کرے جو دہری پہ ہو غفلت سوار
دل مین کیون ہوتی ہے پیدا آرزوئے وصل یار
ہے بصر پر اسکا اور اوسکا بصیرت پر مدار
ارتقا کی وجہ اصلی اور ہے اے ہوشیار

خالق جان کی پرستش الفت و بازی و کار | تندرستی کا ہے ان اربعہ عناصر پر مدار
کیا عجب موجود ہوں سب عالم اصغر میں بھی | جتنے عنصر عالم اکبر میں ہیں ای ہوشیار
بعد مردن جب ہوا کشف غطا سمجھے یہ ہم | بطن مادر کی طرح دنیا بھی تھی تاریک و تار
طاعم شاکر غنی ہے صائم صابر ہیں ہم | ایک ہی شی میں نہیں انعام حق کا انحصار
جشن جم سہی تو دل انسان کا ہو جاتا ہے سرد | کھینچتی ہے نیند باطن کی طرف بے اختیار
آتش حرص و حسد کیا قہر ہے ای جرمنی | جنت الکافر تھا یورپ اب بنا دار البوار
عشق کا مٹنا ہے وعظ اوسکے آنیکی دلیل | زندہ ہم جب تک ہیں کیا ہوگی قیامت آشکار
خاک جیتا ہے وہ جو عاشق نہیں ہے ای حکیم | کشتنی زندان میں خوف دار سی ہے بیقرار
جام کیخسرو میں گر اوسکو ہی آجاتی نظر | زال دنیا کو سکندر بھی کبھی کرتا نہ پیار
روشنی عقل ہے اس خاکدان تیرہ میں | یا ہے بجلی کی تجلی نصف شب کو آشکار
ہر عمل میں ہے بقدر قوت ہمت اثر | ہاتھ جتنا صاف ہے اوتنا کرا خنجر کا وار
کھیل کھلا کر ہنستے تھے روتے تھے ڈاڑھیں مار کر | لذت عیش و الم کا تھا جوانی پر مدار
کیا ملا پائے گئے جز توم اگر ای خرد بین | فن طب کا دیدۂ باطن سے دیکھ انجام کار
رحم و علم و حکمت و قدرت میں جو بےمثل ہے | اوسکے بندے کیوں نہونگے خوف و غم سی رستگار
رات دن دوزخ میں جل اے انجن باطن سیاہ | کر چکا برباد سوز عشق کو تیرا بخار
لاتناہی سلسلہ اسباب کا کیا چیز ہے | جو ہولاشی ہو سکے فاعل وہ کیا ای ہوشیار
کیا سمجھ میں آگیا اونگلی کی حرکت کا سبب | عقل کو شق القمر میں کسلئے ہے انتشار
کیا کمال انسان کا ای بدھ ہو گر اعتدال | رحم کیا کم ہے غضب سی عقل پر ہو کر سوار
تجھکو پاکر مطمئن اب ہو گئے قلب اور دماغ | آہ اسکا انتشار اور ہائے اسکا اضطرار
غیرت چنگ و رباب و بربط و طنبور و عود | عندلیب و قمری و دراج و موسیقار و سار
مرضی مختار مطلق کی علامت ہے سبب | ہیوم کی تحقیق میں کچھ سچ بھی ہے ای ہوشیار

ترکِ خواہش بھی ہے مانندِ فطامِ ای طفلِ دل
تلخیان پہلے ہین پیچھے لذتین ہین بیشمار

خودکشی اس زندگی کی جانکنی سے ہے بھلی
زہد نافرجام کا ای بدھ ہے کیا انجام کار

ای امیرِ شام درویشِ قرن کا دل ہے اور
گرمیٔ ارضی کا کب ہے قربِ شمسی پر مدار

خود مرض ہین گو ہین افعالِ ذمیمہ کی دوا
گر نہ عجب و بخل ای فرزند ہرگز اختیار

لازم و ملزوم مطلق اور مقید مین بہم
علم واجب ہے حقیقت کا بھلا جب اعتبار

تجربے سے جب ہین خارج خود ریاضی کے اصول
عقل کو تیری ہے کیون مذہب مین ای مل انتشار

جملہ انس و جن کی دانش لغو ہے قدرت سے ہیچ
گر نہین ای عشق تجہ پر زندگانی کا مدار

عقلی و اخلاقی و جذبی ضرورت ہے خدا
روحِ کیانٹ ای بالفور آخر ہوی تجہ پر نثار

کشف و ادراک و قیاسات و روایاتِ صحیح
بس یہی ہین چار ماخذ علم کے ای ہوشیار

ہاے تجھکو ہے حقیقت کا گمان تغیر پر
برگسن کی عقل کا ہے حیرت انگیز انتشار

جسکو دل چاہے صداقت ہو وہی ای جیمس سُن
کیا ہے جلبِ منفعت جز آرزوی وصلِ یار

ماشاءاللہ کو ہے ناگزیر ای فلسفی
داخلِ فطرت ہین جب تک یاس و رنج و اضطرار

جذبۂ بے اختیارِ شوق اوسکا زرسی پوچھ
صورتِ سیماب گو تو بھی ہے ای اُن بیقرار

مادیت کا نہ دنیا مین رہے نام و نشان
گر تصور اور توجہ کے ہون اسرار آشکار

فلسفہ اور سائنس شغلِ فرصت و تفریح ہے
زندگی کے درد کا درمان فقط ہے عشقِ یار

کیون نہو فخرِ سلیمان غیرتِ یوسف مسیح
فقر ہے جاہ و خرد حسن و نسب کا افتخار

حکمت و شعر و ریاضی مین تبحر سے کمال
سائنس اور تاریخ کیا ہے کسب پر جنکا مدار

خوابِ مقناطیس سے بڑہتا ہے فہم و حافظہ
موت سے حدت بصر کی کیا عجب ای ہوشیار

ہمنے اپنے آپ کو دیکھا ہوی جب بیخودی
یہ تماشا نیند مین دیکھا نہین تہا زینہار

آلِ خالد کی حمیت کا گلہ ہے بے محل
مصلحت کب تہی کہ ہوتا رازِ برزخ آشکار

دہری و خر مین بس اتنا ہی نظر آتا ہے فرق
حق مین دہری کے ہین لاینحل معمے بیشمار

جتنے ہین امراض اُنکے واسطے ٹیکے بھی ہین
خلق کب بے مصلحت ہوئے ہین کیڑے زہردار

کلکِ غیبی کی ہین حیرت آفرین نیرنگیان
بیضۂ طاؤس مین مخفی ہین سو نقش و نگار

بوس کی تحقیق سے حل ہو گیا سعدی کا قول
دفترِ عرفان ہے ہر برگِ درخت ای ہوشیار

ہے زنِ نیکو سے بہتر کونسی دنیا مین شی
اوسکا ملنا بخت پر موقوف ہے ای شہریار

دوستی مین شان ہے سب کو کب مدارکی
ایسے آنے والے ہین اس رہ مین سالک بیشمار

ہیوم! ہوتا جانور کو بھی شک اور اُس شک مین شک
گر حواسِ خمسہ ہی پر علم کا ہوتا مدار

ہون اگر بالفرض ہین تیری دلیلیں لاجواب
منکرِ حرکت نہ ہوگا کوئی [illegible] زینہار

مادہ قوت کا [illegible] اور قوت علم کا
علم [illegible] ای ہوشیار

دل کہ جسکا عشق کا ہے نفع نیکر کیا کرین
[illegible] نقشِ دلکش پر نثار

جامعِ حمد تصور یا خدا کا ہے خیال
ساری تصدیقات کا جسکے یقین پر ہے مدار

[illegible]
[illegible] قدرت آشکار

ہے خرِ عیسیٰ خر اور سگ ہے سگِ اصحابِ کہف
[illegible] شرط ای ہوشیار

گامِ اول مین ہے سائنس اور ختم کی ندرت سیر
تجربہ اوسکا عصا یہ نورِ باطن پر سوار

وقتِ آخر واقعاتِ زندگی آئے نظر
حافظہ ہوئے نہین پاتا ہے زائل زینہار

روحِ کامل کو بھلا اعصاب کی کیا احتیاج
برق جب پہونچاتی ہے پیغام بے تائیدِ تار

مال پر مبنی ہین دو قوت یہ تین ارکان ہین
اور پانچون کا ہے دانش پر مدار ای ہوشیار

ارتقا کیا ہے [illegible] مادی یہ حق کی ہے
جب ہے علمی و اخلاقی ترقی کا مدار

ہیوم کا کیا ذکر [illegible]
کب ہوا سترِ وجود و علم اونپر آشکار

[illegible] ای ڈارون
ہے ذوقِ شاعری جاتا رہا انجامِ کار

[illegible] نادان بیگانہ کیا پناہ
چھوڑ کر انسانِ کامل کو جو کر جائے فرار

[illegible]
[illegible]

ایک بازیگر نے سب کو محوِ حیرت کر دیا
بزم مین گو جمع تھے اہلِ نظر بھی بیشمار

دور بر جیس و زحل نزدیک ہین ناہید و تیر
جس سے ای نیوٹن ہے بیشک قدرتِ حق آشکار

تیری صحت کے لئے کیا کیا ہوے ہین اہتمام
حکمت و رحمت بھری ہے شہد مین ای ہوشیار

تو سمجھتا ہے مصیبت کو سزا ہم امتحان
ای رشی ہے حق مین عامی کے وہ جورِ روزگار

مس جگہ لے لے طلا کی اور طلا مس کی جگہ
فائدہ کیا کیمیا کا راز گر ہو آشکار

قصۂ فرعون اور ابلیس سے ظاہر ہوا
کفر و طاعت پر نہین ہے عاقبت کا انحصار

رجم زانی کی سزا۔ قاتل کو اذنِ خونبہا
عقلِ جزوی اجتہادِ عقلِ کلی کے نثار

معصیت کو اور مصیبت کو خودی لائی ہے ساتھ
یہہ جو کھو جائے تو انسان ہے ملک کا افتخار

تیرے مفروضات ہین مایا و کرما ای رشی
علمِ حق پر ہے یقیناً فرقِ حالت کا مدار

زندگی بے فکر ہو اور موت بے آزار ہو
اسپہ ای مرہی نہین قانع مرادِ دل زینہار

کیا کہا کیسا کہا اور [illegible] کون ہے
ہے علی الترتیب اثر کا تینون باتون پر مدار

کوچہ گردیِ دمشقِ عشق سے ظاہر ہوا
گنجِ مخفی رحمن دل ہی مین تھا ای ہوشیار

ق

یا تو ہے ہر جا خلا اور یا تو ہے حرکت محال
عقل جنمین گم ہے ہین ایسے معمے بیشمار

وہ جو کیفیت تھی سیمابی وہ شاید تھی نہان
مر گیا تھا دل اگر پھر کون ہے یہ بیقرار

پھر وہی ہم ہین وہی دل ہے وہی افسونِ حسن
پھر وہی ہے مستیِ ذوقِ حیاتِ مستعار

پھر وہی ہے گرمیِ ہنگامۂ ناز و نیاز
پھر وہی زورِ کشاکش ہائے جبر و اختیار

پھر وہی ذوقِ غزل ہے پھر وہی شوقِ چمن
پھر وہی ہے انتظارِ آمدِ فصلِ بہار

چشم و دل پھر جامِ مے سے پاتے ہین نور و سرور
وجد مین آوازِ نے سے آتی ہے پھر جانِ زار

بادۂ نایاب نکلا زہر کا تھا جسپہ شک
خار کا کھٹکا تھا جس گل پر گلے کا ہے وہ ہار

خاتمِ اہلِ سخن ہے شاطرِ حکمت شعار
نکتہ سنجِ مصحفِ دل رازدانِ روزگار

مین نہین ہون ای محب ہرگز تناسخ کی دلیل
کسب پر کب فیضِ روح القدس کا ہے انحصار

بت کو پوجا پہلے پھر کی بیعت شیخ حرم — عشق کے اعجاز سے اب مین ہون فخرِ روزگار
مانتی ہے اوسکو اعجازِ غلامئ حسین — روحِ عرفی رشک کے دو خنجرون سے ہے فگار
یہ مضامین اور ہی کچھ ہین وہ لفاظی تہی اور — دعوئ باطل سے خاقانی ہے کیا کیا شرمسار
یہ حقائق یہ دقائق اوسکی قسمت مین نہ تھے — گرچہ فیضی بھی تہا شاعر اور بڑا حکمت شعار
ایک نابینا پہ کیا نازا وسکو ای یونان دیکھ — جسکے چشم و دل سے نورِ معرفت ہے آشکار
ہند کو مان ای بروننگ و ٹینسن خیز خاک — ورنہ لا شاطر سا کوئی شاعرِ حکمت شعار
علمِ حق مین جو تجلی طور سے مخصوص تھی — ہوتی کیونکر اوس سے ظاہر گو جبل تھے بیشمار
صورتِ تقویمِ پارینہ ہین اوسکے علم و فن — سکۂ اشعارِ یونان آجتک ہے برقرار
بجلیان تیغِ سکندر کی ہوین خاکِ سیاہ — خامۂ ہومر کے گوہر آجتک ہین نوربار
کیا اثر ہے اب الزبتھ کے غرور و ناز کا — شیکسپیر کی اداؤن کو تو سب کرتے ہین پیار
ہین فقط ایتھنز مین موجین برک کی تقریر کی — اور نظر افروز ہین ملٹن کے شعرِ آبدار
یاد کب کرتے ہین موجد کو مسافر ریل کے — ہیاملٹ کے پڑھنے والے ہین مصنف پر نثار
اب کسی کو کچھ غرض ممدوحِ سعدی سے نہین — بوستانِ شیخ کی تو لوٹتے ہین سب بہار
کلکِ فردوسی تہا خضرِ چشمۂ آبِ بقا — اوسکے احسانمند ہین سارے عجم کے تاجدار
تیغ تہا تیر اقلم تسخیرِ فطرت کیلئے — لیکن ای بیکن کیا کب اوسنے کوئی دل فگار
سچ کہا ہے شاعری جزویست از پیغمبری — روحِ قائل پہ خدا کی رحمتین ہون بیشمار
انبیا کی صف ہے آگے سب کے سن ای کارلائل — شاعری ہے رتبہ دانئ نظامی کے نثار
وہ ہے خیر الناس جو ہے نافع ابنائے جنس — کم ہین شاعر سے حکیمان و شہانِ روزگار
ہومر و سقراط کا ابتک ہے جاری فیضِ عام — حاتم و کسریٰ و اسکندر رہی ہین گو نامدار
شکلِ رابع سے نتیجہ کا ہے استخراج سہل — اور مشکل فہم شعرِ شاطرِ حکمت شعار
جسنے دیکھا غور سے شاطر کو اور اعجاز کو — اوسنے عقلِ کل کی ہستی مان لی بے اختیار

رباعیات

ہین شاہدِ علم و جودِ ربِّ کونین فطرت اور حضرتِ رسولِ الثقلین
ہین ختمِ نبوت پہ بھی شاطرؔ دو گواہ قرآنِ حکیم و سرِ تسلیمِ حسینؑ

ایضًا

ممکن سے ممتنع ہے واجب کی ثنا عقلِ اول نے ما عرفناک کہا
جب وصفِ محمدؐ مین ہین عقلین عاجز شاطرؔ اللہ پاک کا کیا کہنا

ایضًا

ہے رب مرا رحمٰن حکیم اور قدیر رحمت ہے مرا نبیؐ شفیع اور بشیر
کہتا ہے جو لاتخف غلام اوسکا ہون کیا ڈر ہے مبشر بھی ہون مین ای تقدیر

ایضًا

ای رحمتِ حق ظہور تیرا جو ہوا قایم ہوی دنیا مین اخوت کی بنا
توحید کی اخلاق کی تکمیل ہوی تو محسنِ کل ختمِ رسل ہے بخدا

ایضًا

شاہد ہین عدو یہ ہے ترا فضل و کمال شاعر کا لقب ہی علم و حکمت پر دال
ساحر کے خطاب سے عیان ہے اعجاز مجنون کے لقب سے ہمت و استقلال

ایضًا

جو حق کے قائل ہین کرین غور اگر مانینگے تجھے سب سے بڑا پیغمبر
منکر بھی جو سوچینگے تو سمجھینگے ضرور امی پہ ہوے ختم کمالاتِ بشر

ایضًا

ای عاشق و معشوقِ خدائے کونین وارث ہین ترے حال کے دو نور العین
غوث الاعظم ہے فرد معشوقون مین عشاق کے کاروان کا سالار حسینؑ

ایضاً

ہے جد مرا فاروق پیمبر کا وزیر — اور میرا ہمیشہ ہے رسولون کا امیر
مرشد مرا محبوب خدا ہے شاطر — اللہ رے مین واہ رے میری تقدیر

ایضاً

ای وارث احوال رسول اکرم — محبوب خدا آئنہ حسن قدم
تاثیر و عدد مین ہین برابر دو نون — پھر نام ترا کیون نہو اسم اعظم

ایضاً

تو فرد اولیا ہے محبوب خدا — ای نور نبی مقام تیرا ہے انا
ممکن ہی نہین کوئی ولی ہو جب تک — احمد مین علی مین یا نہو تجھ مین فنا

ایضاً

نسل اسحاق مین بہت سے ہین نبی — اسمٰعیلی ہے اک نبی عربی
اولاد حسین ہی مین ہین سارے امام — قطب الاقطاب ایک تو ہی حسنی

ایضاً

یعقوب تھے مائل جمال محبوب — موسیٰ تھے قائل جلال محبوب
محبوب خدا ہو تو کوئی جان سکے — حال محبوب اور کمال محبوب

ایضاً

ہمدوش نبوت ہے ولایت تیری — ہے ہمسر معجزہ کرامت تیری
اللہ کے ملک پر ترا قبضہ ہے — ظاہر ہے ترے نام سے قدرت تیری

ایضاً

تھے اہل عرب زبان پہ کیا کیا نازان — کی اک امی نے بند اون سب کی زبان
پھر اوسکے خلف نے بھی دکھایا اعجاز — پھر اک عجمی سے دب گئے اہل لسان

ایضاً

مرگِ نواب عبدِ قادر قہر است | در ساغرِ ما بجائے صہبا زہر است
صد گونہ شکایت است در دل اما | مہرے بلبم زلا تسبّوا الدہر است

علم

علم سے سارے نقوشِ غیب نے پائی نمود
ساغرِ عالم نمائے ساقیٔ وحدت ہی علم

علم ہی کلکِ شعاعِ مہرِ تابانِ وجود
پرتوِ مرآتِ معنیٔ معنیٔ صورت ہی علم

علم مفتاحِ طلسمِ گنجِ مخفیٔ حکیم
مصحفِ رخسارۂ خوبی کی ہے تفسیر علم

مظہرِ اول ہے علم اور محرمِ سرِّ قدیم
خوابِ نازِ شاہدِ معنی کی ہے تعبیر علم

قلبِ مجنون ہے بھنور مغزِ فلاطون بلبلا
ربطِ عشق و عقل ہے یا اتحادِ مغز و پوست

بحرِ مستی مین ہی عشق و عقل کا طوفان بپا
اوسکو ذکرِ دوست کہئے اور اسکو فکرِ دوست

علم مین ہی عشقِ مخفی عشق مین دانش نہان
علم سے ہے عالمِ کثرت کا سارا انتظام

نورِ واحد کے ہین مظہر دیدہ و دل بیگمان
اوسکے قبضے مین ہی اس وادی کے ناقون کی زمام

علم بیمارون کے حق مین تو دہ خاکِ شفا
علم نے کم کردیا طولِ زمان بعدِ مکان

فانیون کے واسطے سرچشمۂ آبِ بقا
کیا عجب مٹ جائے گر فرقِ زمین و آسمان

قلبِ خاکی مین اوسی نے نورِ عرفان بھر دیا
علتِ حسنِ خصال و باعثِ عزت ہی علم

علم نے انسان کو مسجودِ ملائک کردیا
زینتِ مال و منال و مورثِ رحمت ہی علم

شاہدِ قدرت کی شاطر رونمائی علم ہے
مختصر یہہ ہے کہ شانِ کبریائی علم ہے

م

قومی ترانہ

میدانِ کربلا مین تہا امتحان ہمارا
مردانگی مین کوئی ثانی کہان ہمارا

خشکی مین بہی چلائے ہمنے جہاز اپنے
پہلو مین بہ رہا تہا بحرِ رواں ہمارا

فارس کی آگ سے ہو باغِ خلیل پیدا
اللہ رے ابرِ تیغِ معجز نشان ہمارا

ولیمن مسیحیون کے ڈالی تہی جان ہم نے
خضرِ زلالِ حیوان تہا کاروان ہمارا

ابرِ حسام سے ہم تہے برق ریز پیہم
نیسانِ خامہ بہی تہا گوہر فشان ہمارا

ساری زمینِ مغرب مشرق بنی ہوی ہے
ہر ذرہ سے ہے اب تک سورج عیان ہمارا

فاتح ہو ولین سا کرتا تہا رشک ہم پر
گبن سا ہی مورخ ہے مدح خوان ہمارا

پہٹتا تہا تیرا سینہ ولین تہا تیرے لرزہ
جب ای زمین جبل تہا آتش فشان ہمارا

جاگے دلونکے مردے سنکر ہمارے نعرے
صورِ نشور تہا یا شورِ اذان ہمارا

قرآن کا ایک شوشہ اب تک نہ مٹنے پایا
ہم کیا مٹینگے ہے وہ تعویذِ جان ہمارا

صدق وصفا بیان مین سوز واثر فغان مین
ای شمع کوئی کیونکر ہو ہمزبان ہمارا

اسپر بہی ہم ہین رضی ای مادہ پرستو
سارا جہان تمہارا اور جانِ جان ہمارا

سلطانِ ہند کا ہے دار الخلافت اجمیر
پہر کیون نہ ہم کہین گے ہندوستان ہمارا

بغداد کی خلافت جاتی رہی تو کیا غم
دربار کر رہا ہے محبوبِ جان ہمارا

ہم ایسے صلح جو تہے در گذرے اپنے حق سے
خلقِ حسن تہا حصنِ امن و امان ہمارا

ہجرت کی شب کو کیسے بستر پہ سو گئے ہم
تہا نفسِ مطمئنہ روحِ روان ہمارا

چہوڑا نہ ساتہ اپنے آقا کا غار مین بہی
عیسیٰ سے کوئی پوچھے صدق نہان ہمارا

مستون نے اوسکے سارے عالم کو کر دیا پست
تہا آفتابِ تابان ساقیِ جان ہمارا

تلوار پر تہا قبضہ حق پر تہا اپنا تکیہ
شاطر فقط جہان کیا تہا لامکان ہمارا

ان من الشعر لحکمة و ان من البیان لسحرا

گلدستۂ شاطر

مدراسی

مصنف اعجاز عشق

وغیرہ

سنہ ۱۹۱۰ع

باہتمام

خاکسار منشی سید عزیز الدین حسینی اُردو فارسی مدرس

سنتھوم ہی سکول میلاپور مدراس

مطبع نافع الاسلام ہی روڈ ٹرپلکھڑی ۔ مدراس میں چھپا

قیمت ۲ر

مصنف کا پتہ :- ارلیانا یکن اسٹریٹ ۔ میلاپور ۔ مدراس

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قصیدہ در نعت ف۱

دیکھ لی ہجر مین ساقی کے مری نوحہ گری — آج گرمائیگی پہلو مرے شیشہ کی پری
دل جلون کا ہے ترے دم سے کلیجہ ٹھنڈا — رکھے اللہ سلامت تجھے داغِ جگری
بیم و امید کا کھٹکا ہی نہ رکھا شاباش — تجھکو کیا کہکے دعا دیجئے اے بے اثری
نزع مین بھی ہے مجھے اک پردہ نشین کی تلاش — راز افشا کئے دیتی ہے پریشان نظری
آبرو پہ تری پھر جائیگا پانی اے ابر — جوش پر آئیگی جسدم مری آنکھونکی تری
کُنجِ مرقد مین کفن تک کے اُڑا پرزے — تیرے وحشی کی ہے زورون پہ ابھی جامہ دری
مین بھی جل بجھنے کو ہون سوزِ جگر سے اپنے — کوئی دم اور مرا ساتھ دے شمعِ سحری
گرم نالون سے مرے آگ لگے جنت کو — ٹھنڈی سانسون سے مری سرد ہو نارِ سقری
میری بیتابی دل ہے تری شوخی کا جواب — جوڑ بکھری ہوئی زلفونکا پریشان نظری
نگہِ شوخ نے پردہ مین کیا دل ٹکڑے — نظرِ شوق نے یہان اور بھی کی پردہ دری
تم جو معشوق نہین ہو فرد تو عشاق مین مین — شہرتِ حسن کی ٹکّر مری شوریدہ سری
نشترِ تیز ہے خود ترچھی نظر قاتل کی — زہر مین اور بجھاتی ہے اسے عشوہ گری
تشنہ لب تیر ہے اور عشق بھی اُس مژگانکا — دونون مہمانون کے کام آتا ہے خونِ جگری

ف۱ - یہ قصیدہ ۱۳۱۵ھ ہجری مین اخبار الحامی مدراس مین شائع ہوا تھا۔

فتنۂ حشر بپا کرتا ہے دیکھین کیا حشر
کہ اوڑاتا ہے تمہاری روشِ فتنہ گری

منّتین کرکے منایا ہے کسیکو شبِ وصل
اب ترے شور مین کیا دیر ہے مرغِ سحری!

ضعف سے ہل نہین سکتا ہون کرے میری مدد
اُسکے قدمون پہ لٹا دے مجھے دردِ جگری

حال ایّامِ جدائی کا سنا دے جا کر
عمرِ رفتہ کو مناسب ہے یہہ پیغامبری

بدگمانی نہین صیاد کے دلمین مجھ سے
آڑے آئی ہے اڑی مین مرے اپنے بال و پری

محفلِ یار مین ٹوٹین کہین اشکونکے نہ تار
نکرے آج کی جوشش مین خونِ جگری

دامنِ یار ہے ناصح کا گریبان نہین
دیکھ اچھی نہین اے دستِ جنون جامہ دری

دیکھتے ہی اُسے بھر آتے ہین پھر دیدۂ شوق
ہائے پھر مانعِ دیدار ہے آنکھونکی تری

میرے ماتم مین بھلا غیر نہ روئے کیونکر
کہین جاتی ہے تری عادتِ بیدادگری؟

رشک کہتا ہے خبردار نکرنا اُف تک
محفلِ غیر مین اُٹھتا ہے جو دردِ جگری

مل چکے خاک مین اب قبر مین دے نہ فشار
خوب ہی پیس چکا ہے فلکِ نیلوفری

ہمکو ساقی سے غرض کچھ ہے نہ مے سے مطلب
دل رہے پاس سلامت رہے خونِ جگری

آگ بھڑکی ہے مرے سینے مین آہین ہین سرد
سیر ہی آتی ہے دوزخ سے نسیمِ سحری

ہو ہی جائیگا مقدّر مین جو کچھ ہونا ہے
اب نہ دیکھینگے تجھے ای فلکِ نیلوفری

میرا مطلب اوسے سمجھا دے خدایا دمِ نزع
کچھ اشارہ نہین جو کہتی ہے پریشان نظری

ایک امید پہ جیتا ہون خدارا اے یاس
قیدِ ہستی کی کشاکش سے مجھے کر دے بری

پی ہے مے ہجر مین ہان سچ ہے وگرنہ ظالم
سرخ کرتا ہے کہین آنکھ کو خونِ جگری!

جلتی ہے تا دمِ آخر سرِ بالین اُن کے
اپنے کشتونکی تو دلسوز ہے شمعِ سحری

بیوفائی کی شکایت مین عجب لذّت ہے،
رحم آجائیگا دیکھو نہ مری نوحہ گری

ہمکو خورشیدِ قیامت سے بچانے کیلئے
عرقِ شرم ہے اور دیدہ و دامن کی تری

چھوڑ کر سبکو ہوا ہون ترا عاشق اے موت
اب خوشی دل کو اثر کی نہ غمِ بے اثری

عشق مین زلفِ پریشاں کی تو خود ہون برباد
کیون اڑاتی ہی مری خاک نسیم سحری

خیر کچھ غم نہین اتنا تو کر احسان صبا!
خاک جا پہونچے سو روضۂ خیر البشری

شاہ کی مدح مین پڑھتا ہون وہ مطلع شاطر
سر کو دھُننے لگین سنتے ہی جسے جن و پری

مطلع ثانی

رحمت عام کے باعث ہی تری ناموری
تیرے قربان مین اے شافع جرم بشری

ناخنِ فکر سے حل کر دئے عقدے سارے
سامنے تیرے ہے مانند بدیہی نظری

کاٹ ہے تیغ ہلالی کا تری ابرو کی
لوگ کہتے ہین جسے معجز شق القمری

شکل رابع سے نتیجہ کا کرے استخراج
راے سے تیری جو حیوان کو ہو بہرہ وری

علت غائی ایجادِ دو عالم تری ذات
معنوی ہمین فضائل ہین بھرے اور صوری

جلوہ گر سینہ مین ہے داغ محبت تیرا
اسکی گرمی سے ہے ہر جسم کی رگ رگ مین بھری

تیرا بندہ ہے جو شاطر اسے جس دم دیکھا
خوف سے کانپ اٹھا شعلۂ نار سقری

قصیدہ در منقبت خواجۂ خواجگان سلطان الہند غریب نواز حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری قدس اللہ سرہ

تاب نظارہ نہین ہے ہمکو کیا بجلی سے کام
یہ ہے مولیٰ اپنے آگے جلوۂ ماہِ تمام

روشنی ماہِ وحدت کا یہ چاند آئینہ ہے
جسکے در پر ماہ و خور دریوزہ گر ہین صبح و شام

اسطرف بھی اک نگاہِ مہر اے ماہِ منیر
ظلمت عصیان و غم سے دل ہی میرا تیرہ فام

ظاہر و باطن ترا نور نبی سے ہے بھرا
تو ولی کامل اور تو سیدِ عالی مقام

اے کریم ابن الکریم ابن الکریم ابن الکریم
رات دن فیض و عطا جود و سخا ہے تیرا کام

ہین خزانے غیب کے دستِ کرم پر تیرے وقف
یان فقیر و نکا ہے اللہ غنی کیا ازدحام!

انکی قسمت پر سلاطینِ جہان کو رشک ہے
تیرے دروازے پہ آتے ہین جو سائل صبح و شام

تیرے میخانے مین جو ہر وجد مین ہے مست ہے
ہے عجب اعجازِ ساقی منگئے ہین گوش جام

تو خدا مین ہے فنا اور مین خودی مین مبتلا
ہین کہان اوصاف تیرے اور کہان میرا کلام

بہرِ غوثِ پاک کر شاطرؔ کو شاہا سرفراز
بادشاہِ اولیا کا تو وزیر اور وہ غلام

بندۂ محبوب ہے خواجہ ترا بھی بندہ ہے
عین یکدیگر نفوسِ قدسیہ ہین لا کلام

آستان بوسی کا تیری اوسکو حاصل ہو شرف
اور رہے دارین مین وہ سربلند و شادکام

در مدح مولائی مرشدی فداہ روحی عـه

بہ زہد و علم و یقین نیست کس ترا انباز
بذاتِ پاکِ تو مدرس را بود صد ناز

اگرچہ شیشۂ منصور دم بسینہ شکست
مگر زبان نشود آشنائے حرفِ راز

ز لطفِ خود بحقِ بندگان دعائے کن
بہ فرقِ ما ہمہ ظلِّ تو خواجہ باد دراز

چو کعبۂ من بے زاد و زاہدست قرین
چرا ہرزہ کنم قصدِ طئے راہِ حجاز

سگِ غلام و غلامِ سگِ حسین منم
سزد کہ ناز کنم گر باین چنین اعزاز

زہے پابوسِ تو شاطرؔ کہ سرفراز شدہ است
دگر بہ پیشِ کسان چون نہد جبینِ نیاز

قصیدہ

جو بتقریبِ جشنِ افتتاحِ حجاز ریلوے پڑھا گیا

ایک مُلا خوبیان کہتا تھا حج کی برملا
جس سے اک آزاد نے بابِ سخن یون وا کیا

سننے حضرت اخش و منکر سے بچاتی ہے نماز
ہے طہارت ظاہر و باطن کی اوسکا مقتضا

اوس سے عادت ہوتی ہے پابندیِ اوقات کی
راز ہے جمعین دو عالم کی ترقی کا چھپا

عـه عـه۲ - نوری گلدستہ میں انہار عقیدت و محبت درج ہے۔

صوم سے ہمدردی انسان کا ملتا ہے سبق
منضج و مسہل کی صائم کیلئے حاجت نہین
عامی و عالم ہین دونون واقف سرِ زکوٰۃ
ہے وہ خیر الناس جو ہے نافع ابنائے جنس
علم و مال و حسن و نیکی پر جو ہے انکو فخر
مال کہتے ہین جسے تخمِ عمل کا ہے ثمر
مال کا ایثار پس ان سب پہ ہے اظہارِ شکر
کوئی مذہب اور بھی ہے فرض ہے جسمین زکوٰۃ ؟
ہان مگر حضرت نہین کھلتا کہ حج کیون فرض ہے
ایسے حج کو دور سے کرتے ہین ہم جھک کر سلام
ڈاکوؤن سے سابقہ منزل کٹھن امساکِ آب
اپنے ہاتھون آپ کو کیون تہلکہ مین ڈالدین
ہے بشر مجبول اور مجبور حفظِ نفس پر
مصلحت حج کی ذرا حضرت بیان تو کیجیے
عقل مین آئے نہ جو بات اسکو کیونکر مان لون
جب سنا آزاد کے ملّا نے بیہودہ کلام
کب لم و لا کو امورِ مذہبی مین دخل ہے
کیا حقیقت عقل کی جو دے سکے مذہب مین دخل
جو ہے تیری عقل سے بالا وہی ہے حکمِ دین
عقل سے کیا کام تجھکو حکمِ رب پر کر عمل
دین کی باتون مین نامِ عقل تک لینا ہے کفر

اضطراری جوعِ مفلس کا وہ دیتا ہے پتا
صوم ہے حکمی دوا از بہرِ جذبِ امتلا
پوچھتے ہو مجھ سے گر یہ فرض ہے سب سے بڑا
کسقدر ماقلّ و دلّ ہے حدیثِ مصطفیٰ
چشمِ غائر مین اسی کلّی پہ ہے سب کی بنا
اور عمل کی علم اور قدرت سے ہے نشو و نما
قوتین اللہ نے کی ہین ہمین جتنی عطا
مشرق و مغرب کے ہمدردون سے ہے یہ پوچھنا
دین کا کیا فائدہ ہے اس مین اور دنیا کا کیا
مال جائے اور ہون رنجِ سفر مین مبتلا
راستہ مکے مدینے کا ہے یا ہے کربلا
ڈاکوؤن کے پاس کیون جائین وطن سے ہو جدا
سارے افعالِ ارادی کی یہی ہے انتہا
اوس مین جلبِ نفع کیا دفعِ ضرر ہے یہین کیا
عقل کیا اللہ نے کی ہے علتِ غائی عطا
سنکے بولا چپ یہ کیا بکتا ہے اے ہذیان سرا
ماننا احکامِ دین ہے فرض بے چون و چرا
بے ستون یہ آسمان کیونکر بتا قائم ہوا
عقلِ کل شارع ہے تو کیا اور تیری عقل کیا
عقل کا بندہ ہے تو یا تیرا خالق ہے خدا
کیا تری تکفیر گردن زند کا فرما جرا!

سن مصیبت جھیلنا راہِ خدا مین ہے ثواب — فی سبیل اللہ لٹا گر مال بھی تو کیا ہوا

پیاس کے صدمے ہون یا رنج درازیٔ سفر — جسقدر تکلیف اٹھائی اجر اوتنا ہی بڑا

اس سے بڑھکر ہوگی حاصل خوش نصیبی اور کیا — جان اگر کھوئی وہان رتبہ شہادت کا ملا

لوٹتے جاتے ہین کاسی تک بامید نجات — ہندؤون سے لے سبق اے ننگِ دینِ مصطفےٰ

غیظ کے مارے ہوی آواز بھی ملا کی پست — اور سارے جسم مین غصہ سے لرزہ پڑ گیا

دیکھی جب ملا کی از خود رفتگی آزاد نے — گو ہنسی آئی کیا ضبط اسکو اور کہنے لگا

سنئے قبلہ بحثِ علمی مین غضب کو کیا ہے دخل — آپ ناحق ناروا کیون ہو گئے مجھ سے خفا

آپ کہتے ہین کہ مذہب مین معطل عقل ہے — باعثِ تکلیفِ شرعی کیئے پھر حضرت ہے کیا

عقل ہی سے آدمی حیوان سے ممتاز ہے — کہئیے گر تاجِ خلافت اسکو بیشک ہے بجا

غور کرئیے گر نہ ہوتا عقل سے مذہب کو کام — کافرون کو کس لئے بے عقل فرماتا خدا

عقل مین آئے نہ جو شے ہے وہ فطرۃ کے خلاف — سنۃ اللہ مین نہ ہرگز دخل ہو تبدیل کا

بے نتیجہ جان گر دیدی شہادۃ کیا ہوی — دشت مین مارے گئے تو دین کو ہے نفع کیا

آپ کہتے ہین سہین تکلیف ہم مالایطاق — جوگ سیکھین ہندؤون سے تا ملے حق کی رضا

یہ عقیدہ تو ہے تعلیمِ پیمبر کے خلاف — راہبون سے خوش نہین ہوتا کبھی میرا خدا

جو مسلمان آپ سے پائے نہ کافر کا خطاب — چشمِ اربابِ نظر مین وہ نہین جچتا ذرا

بالیقین شر الوریٰ کا اسکو زیبا ہے خطاب — چھانٹ اپنی تکفیر سے جو امتِ خیر الورے

غیر قومون کو بھلا اس دین سے انست ہو کیون — دشمنِ عقل آپ سے جس دین کے ہون مقتدا

تل گئے جھگڑے یہ دونون بڑھ گئی جب حد سے بات — سنئے حضرت سنئے تو کہتا ہوا اٹھا بڑبڑا

پہلے کی آزاد کو نفرین کہ یہ کیا ہین کلام — عالمِ زاہد سے گستاخی ہے بیشک ناسزا

پھر کہا اب مجھ سے سنئے اپنے شبہونکے جواب — گر نہو کٹ حجتی ہے خاتمہ ہر بحث کا

حق یہی ہے باعثِ تکلیفِ شرعی عقل ہے — عقل کی تعریف جتنی آپنے کی ہے بجا

جتنے ہین قانون قدرت کے وہ بیشک ہین اٹل | اسپہ ہے قرآن یعنے قول فاعل خود گوا

عقل کہتے ہین جسے ہے نام استعمال علم | اور حواس خمسہ پر ہے علم کی قائم بنا

جب حواس آدمی محدود ہین از کیف و کم | عالم قدرت کے اور قانون ہین بے انتہا

کسطرح پھر علم مطلق کا ہو انسان مدعی | کل قوانین الٰہی کو وہ جانے کیا بھلا

جان سکتے ہین فقط اشیا کی کیفیت کو ہم | کچھ نہین چلتا یہان ماہیت شے کا پتا

ہین حواس خمسہ مین محدود کیفیات بھی | اور بھی کیفیتین ہونگی بہت انکے سوا

کرتے ہین محسوس جن کیفیتونکو یان حواس | ہین ادھوری وہ بھی پورا علم کب حاصل ہوا

کہربائی قوۃ و آواز اور گرمی و نور | جسم کے اجزا کی حرکت پر ہے ان سب کی بنا

تیس سے اک ثانیہ مین ہون اگر ضربات کم | یا عدد چہل الف سے بڑھ جائے گر ضربات کا

ہو نہین سکتا ہے دونون حالتو نمین ہمکو علم | ہے وہ کیفیت ہمارے واسطے رو در خفا

ہم کو جن کیفیتون کا علم اب حاصل نہین | وہ بھی گر محسوس ہون دنیا کا عالم ہو نیا

سمجھئے اسطرح ہین جو لوگ مادرزاد کور | انکی دنیا ہے الگ اور آنکھ والونکی جدا

پانچ سے زائد اگر انسان کو ملتے حواس | دوسری کیفیتون کو دہر کی وہ جانتا

اور کیا کیفیتین ہین ہم سمجھ سکتے نہین | جیسے کور و کر ہین رنگ و صوت سے نا آشنا

بوعلی نے مرتے دم اقرار لاعلمی کیا | ہو کے قائل اپنی نادانی کا نیوٹن کہہ گیا

سنگریزے ساحل دریا پہ چنتا ہون ابھی | بحر قدرت کے خزانون سے نہین مین آشنا

علت و معلول کی نسبت سے ہین ہم بے خبر | علم ہمکو کچھ نہین اسکا کہ کیون ایسا ہوا

جذب ثقلی جسکا ہے ساری خدائی مین عمل | جال ہے پھیلا ہوا جس کا سمک سے تا سما

گھڑ لیا ہے نام اک اپنی تسلی کے لئے | ورنہ ہم کیا جانین ہے اس لفظ کا مدلول کیا

وحی ہے نور البصر چشم خرد کے واسطے | نور چشم باصرہ ہے جیسے سورج کی ضیا

عقل و مذہب مین تناقض گر کہین آئے نظر | وہ حقیقت مین قصور اپنے ہے ہوگا فہم کا

بعض ہین اسرار دین ایسے بھی جو معلوم ہین — اور کچھ ایسے بھی ہین جنسے ہین ہم ناآشنا
حج مین بھی بیشک مصالح ہین بہت بالیقین — اجتماع قوم خالی از فوائد ہوگا کیا
آدمی بالطبع اپنی نوع کا محتاج ہے — ہے تعاون اور تصاحب پر تمدن کی بنا
حج مین لاکھون آدمی گر جمع ہون اک شہر مین — فائدے لاکھون طرح کے ہونگے اسمین شبہ کیا
ملک گیری ملک داری پر کرینگے غور وہ — اور ہوگی اونمین مستحکم اخوۃ کی بنا
علم صحبت سے تجارت سے زیادہ ہوگا مال — صحت و تفریح ہے بدلی اگر آب و ہوا
شان مذہب کی نمایش اتفاق و اتحاد — اور بھی ضمنی فوائد ہین عبادت کے سوا
کعبۃ اللہ کا بھی ہے مقصود عز و احترام — جس عمارۃ کا خلیل اللہ سا معمار تھا
شہر مکہ اسکا مولد ہے جو تھا فخر رسل — تھا بظاہر آدمی لیکن خدا جانے تھا کیا
وہ ہوا مبعوث ساری خلق کی اصلاح کو — سکہ رائج ہے اوسکا دین تا روز جزا
ممتنع بالذات ہے جسطرح باری کا شریک — ممتنع بالغیر ہے یونہی شریک مصطفے
دین برحق دین اوسکا اور وہ برحق نبی — اوسکے دعوے پر تھی اوسکی صورۃ و سیرۃ گوا
سلطنت کی دی عنان انکو چراتے تھے جو اونٹ — ایک امّی کی وہ تھی تعلیم یا تھی کیمیا
جو درندے تھے بنایا اُس نے انکو آدمی — اور جو تھے آدمی اونکو بنایا با خدا
قلب ماہیت ہوی گویا عرب کی قوم کی — بنگیا زہر ہلاہل چشمۂ آب بقا
دلپہ غیرون کے بھی عظمت اسکی ہے چھائی ہوی — ماننا پڑتا ہے اسکو آدمی سب سے بڑا
جلوے ہین مہر رسالت کے مدینے مین ابھی — ذرہ ذرہ ہی وہان کا رو کش مہر سما
آنکھین وہ پھوٹین جو ان جلوونکی جویا ہین نہین — پاؤن وہ ٹوٹین نہ جنکو شوق ہو اوس سیر کا
سب سے بڑھکر آپ کو اس بات پر تھا اعتراض — کعبۃ اللہ کا سفر ہے موجب کرب و بلا
سنئیے دونون صاحبون کو اب مین دیتا ہون نوید — جسکو کہئیے جانفزا خاطر کشا و دلربا
آج ہوتا ہے حجازی ریلوے کا افتتاح — رحمت عالم کی امت پر یہ ہے رحم خدا

حاجی دزا اُر کرینگے کس مزے سے اب سفر — خوفِ جان و مال اب باقی نہین ہے مطلقاً
ہونگے اب حج سے مشرف لاکھون مسلم ہر برس — قومی و ملکی مصالح اَور ہین اس کے سوا
اَب بھی ذیقدرت کوئی کے مدینے گر نہ جاے — بخت نا فرجام پر اسکے دو عالم ہون گوا
کارنامہ ہے یہ اس سلطانِ عالیجاہ کا — ہر مسلمان نام پر جسکے ہے سوجان سے فدا
ہے قلم کا بھی وہ حاکم تیغ کا بھی ہے دھنی — سارا یورپ اس بہادر کا ہے لوہا مانتا
دانش و تدبیر و عزم و حزم و استقلال مین — فخرِ شاہان زمانہ ہے وہ اسمین شبہ کیا
نام اسکا آب زر سے لکھینگے تاریخ مین — قانون کو بھی کبھی ہوجاتی ہے حاصل بقا
خادمِ اسلام و مخدومِ مسلمانان ہے وہ — سب مسلمان جانتے ہین اسکو اپنا پیشوا
جب سنا یہ مژدہ باچھین کھلگئین آزاد کی — کہتے کہتے مرحبا مُلّا کو بھی وجد آگیا
جب خوشی حد سے بڑھی رنجش نہ پھر باقی رہی — اور شاطر نے دیا دونون کو آپس مین ملا
جوڑ کر ہاتھون کو مُلّا سے کہا آزاد نے — قائلِ فرضیّتِ حج اب تو مین بھی ہوگیا

مین بھی مکے جاؤنگا اگلے برس اور آپکو
دونگا شاطر نصفِ اجرِ حج بشارت کی جزا

تاریخ نکاح حسب الارشاد واجب الانقیاد حضرت اقدس مدظلہ العالی

درین ایام عشرت زا درین ہنگام روح افزا — کہ آثار مسرت ہا بود از ہر کران پیدا
بشوقِ سیرِ بستانی ست ہر طفل دبستانی — جوان مستِ غزلخوانی خرامان پیر در صحرا
بکاخ آسمان دف زہرہ دارد از مہِ تابان — بشاخِ ارغوان ہست ارغنون زن بلبلِ شیدا
ہوا عنبر فشان بینی زمین مخمل نشان یابی — مے احمر تو گوئی ریختہ در گنبدِ مینا
زگردون جان نمی بارد چسان تخم از زمین روید — دم باد صبا دارد ہمانا معجزِ عیسے
[illegible] — [illegible]

دمن شد چون چمن خندان چمن شد روضهٔ رضوان　　درختانِ گلستان گشته رشکِ سدره و طوبیٰ

ضیا آگین چو پروین هست رد لاله و نسرین　　تو گوئی دامنِ گلچین پر است از لولو لالا

ز رنگ لاله شد رو کش خیار اساحت گلشن　　ز بوئے گل همه رشکِ ختن شد عرصهٔ صحرا

درین آوان که گر دیده جهان رشکِ نگارستان　　درین آوان که بر هر کس شده بابِ مسرت وا

چو در عقدِ نکاح ابنِ سید محی دین داده　　بحسب شرع و سنت دخترِ خود سیدِ والا

بفکرِ سالِ فرخ فال بودم آسمان با من ++
هنا شادیٔ بنتِ حمید الدین شه گفتا

قصیده در مدحِ حضور نظام خلد الله ملکه

رنگ لائی ہے نیا آج بہارِ گلشن　　نو عروسانِ چمن پر ہے غضب کا جوبن

کالی کالی وہ گھٹائیں وہ ہوائیں ٹھنڈی　　آج پیرانِ کہن سال بھی ہیں توبہ شکن

میکشو کھول کے جی خوب اڑاؤ بوتل　　تم پر آنے کی نہیں آنچ کہ ہو تر دامن

محتسب بنکے نہ دل رندونکی توڑا ئے گلچین　　شیشہ ہائے مئ گلرنگ ہیں گلہائے چمن

مئ انگور کا ہر قطرہ ہے تجلی زاہد!　　پھونکدے زہدِ ریائی کے جو لاکھوں خرمن

اور کیا رحمت حق کی ہو دلیل اے واعظ　　دیکھ میخانے پہ ہے ابرِ کرم سایہ فگن

جلوۂ برقِ تجلی ہے عیان ہر گل سے　　شجرِ طور کا ہر نخل مین پایا جوبن

دیکھیں اب جوششِ جنون لیکے کدہر جاتا ہے　　جسکو ہم دشت سمجھتے تھے وہ نکلا گلشن

ہر سحر کیون گلِ خورشید نہو شرم سے زرد　　کسقدر لالۂ احمر کا ہے چہرہ روشن

گل جو اس فصل مین خندان ہون تعجب کیا ہے　　جوہرِ فرد کا بھی وا ہے مسرت سے دہن

کثرتِ لالہ و گل سے ہے ہوا جان پرور　　آجکل باغِ جہان مین ہے بہت آکسیجن

عیش کا رنگ ہے اب غازہ کشِ روئے جہان　　جملۂ شاہدِ عشرت ہے جو تھا دار محن

ہم بھی اِس دور مین کہنے کو ہین مانندِ حکیم
مست بن بنکے گرے پڑتے ہین سب دانے
ٹپکی پڑتی ہے رگِ ابرِ بہاری سے شراب
فصلِ گل آئی ہے اب دخترِ رز کا ہے دور
بوندیان مینھہ کی ہین یا قطرے ہین مے کے اے ابر
واہ رے فصلِ بہاری کی رطوبت کا اثر
غازۂ رنگِ شفق مَل کے دکھاتا ہے بہار
کان مین کہتی ہے بلبل کا صبا جب پیغام
ناز سے چلتی ہے اٹھکھیلیون کی چال نسیم
گلِ شاداب مین ہے عارضِ عذرا کی بہار
قوتِ نامیہ کا اب کے ہے کچھ اور ہی رنگ
جھاڑتی ہے خس و خاشاک کو ہر صبح نسیم
نفسِ بادِ سحر ہے کہ دمِ عیسیٰ ہے
باغِ عالم مین کچھ اسطرح کا ہے جوشِ طرب
کچھ حسینانِ جہان پر ہی نہین مستی کی بھول
سونگھئے پھول کو تو پھول کا ہوتا ہے اثر
صاف غنچون کے چٹکنے مین ہے قلقل کی صدا
دورِ ساغر کی روش رقص کنان بادِ صبا
توڑ کر توبہ جو اِس دور مین ہو کوئی خجل
صحنِ گلشن ہے کہ ہے غیرتِ گلزارِ خلیل
فصلِ ناطق کے عوض خاصّۂ ضاحک کو

ہے فقط حدِ نظر سر پہ نہین چرخِ کہن
شیشۂ آتشِ سیال ہے شمعِ روشن
چھیڑتے ہین اُسے گا گا کے جو مرغانِ چمن
قاضیٔ شہر ہے ساقی سے موافق ہمہ تن
وجد مین جھومتے ہین سارے جوانانِ چمن
آشیان برق سے اب کرتی ہے بلبل روشن
آرزو مند جوانی کا ہے پھر چرخِ کہن
مسکراتے ہین عجب ناز سے گلہاے چمن
جسطرح سامنے دُولہا کے خرامان ہو دولھن
سنبلِ باغ مین ہے کاکلِ لیلیٰ کی پھبن
سبزۂ باغ کو دعوے ہے کہ ہون سروِ چمن
دلِ عارف کی طرح صاف ہے صحنِ گلشن
دامنِ دشت ہے یوسف کا ہی پیراہن
تلخیٔ بادہ کا ہے تلخیٔ حنظل پہ ظن
شاہدانِ فلکی پر بھی وہ ہین چشمک زن
باغبان نے مَی گلرنگ سے سینچا ہے چمن
خندۂ جام سا ہے خندۂ گل توبہ شکن
کف زنان وجد مین ہین برگِ درختانِ چمن
عرقِ شرم ہے گرکے شرابِ لندن
کیا دہکتے ہوے انگارے ہین گلہاے چمن
نوعِ انسان کی حقیقت مین کہین اہلِ سخن

صفحۂ دہر پہ انکا نہین اب نام و نشان
صفتِ حرفِ غلط مٹگئے اندوہ و محن

قبر پر شاطرِ افسردہ کی سبزہ ہے اوگا
اس سے کیا بڑھکے ہو تاثیر بہارِ گلشن

آجکل عیش نے پائی ہے جو یہ نشو و نما
ہے سبب اسکا جو بیلی شہنشاہِ زمن

مدحِ حاضر مین پڑھون مطلعِ پر جوش ایسا
وجد مین آئے جسے سنکے ابھی روحِ سخن

مطلع ثانی

خلق کے دلمین جگہ تیری ہے اے شاہ دکن
جتنے اللہ کے گھر ہین وہ ہین تیرے مسکن

حسن افروزِ جمال آپ کا روئے انور
دانش آموزِ خرد آپ کی رائے روشن

حسنِ دلکش کا وہ عالم ہے کہ سبحان اللہ
ایسا شاداب تصور مین نہین کوئی چمن

ششش جہت مین ہے ترے نام کی دہوم اٹھہ پہر
کہتے ہین آصفِ سادس تجھے اے شاہِ دکن

یہ زبردست دماغ اور یہ قوی دل تیرا
دونون ہین صنعتِ صانع کے عجب مخزن

شیرِ تصویر سا ہے شیرِ فلک بھی بے حس
دیکھکر شیر دلی آپ کی اے شیر فگن

اے جہاندارِ جوان بخت سراپا تیرا
حسنِ اخلاق کی تصویر ہے بر وجہ حسن

کیسۂ زر ہے ترے عہد مین ہر ایک کی جیب
کانِ گوہر ہے ترے دور مین ہر اک دامن

قدرداں تو ہے شریفون کا ہنر مندون کا
درِ دولت ہے ترا اہلِ ہنر کا مامن

ختم کرتا ہون قصیدہ کو دعا پر شاطر
ہے ادب کا یہہ تقاضا کہ نہ ہو طولِ سخن

رہے جبتک کہ نسیمِ سحری غنچہ کشا
لالہ و گل رہین جب تک کہ فروغِ گلشن

خندہ زن تیرے ہوا خواہ رہین گل کیطرح
داغِ دل صورتِ لالہ ہو نصیبِ دشمن

آپ کا سایہ رہے خلقِ خدا کے سر پر
آپکے سر پہ رہے ظلِ خدا سایہ فگن +

رباعیات در مدح حضور پرنس آف ارکاٹ دام اقبالہٗ جی۔سی۔ایس۔آئی

مدراس مین اپنا خاندان ہے ممتاز
کرتا ہے وہ تجھپہ ناز اے بندہ نواز
جبتک تو چاہے زندہ رکھے تجھے حق
ہو صحتِ جسمانی و قلبی دمساز

ایضاً

پیدا ہے تری جبین سے نورِ ایقان
دین بیضا ہے حق عیان راجہ بیان
خورشیدِ منوّر کا ہے تو نورِ نظر
تھے جتنے مجوس لائے تجھپر ایمان

ایضاً

پروانہ و عندلیب و کبک و حربا
شمع و گل و نیّرین کے ہین شیدا
حیوان ہین حسن کو بھلا کیا جانین
آنکھون مین حسینونکی ہے تیرا چہرا

ایضاً

تھا بارِ امانت اور بارِ عصیان
نواب کا بھی سر پہ اٹھایا احسان
اے چرخ خمیدہ پشت شاکر کو دیکھہ
ہین اک کفِ خاک پر کئی کوہ گران

ایضاً

بخت اسکا منور رہے شکلِ خورشید
عالم مین معزز ہو یہہ مثلِ جمشید
اسپر رہے رحمتِ رسولؐ انور
اے عرشِ عظیم والے اے ربِّ مجید

× اس رباعی مین ممدوح کے والدین دادا دادی پردادا اور برادرون کے اسماکی طرف اشارے ہین ۱۱

غزلیاتِ مشاعرۂ مدراس ٭

غزل مدحیہ

کبھی جو خواب مین محبوب جلوہ فرما ہو
نظر کا تار رگِ دیدۂ زلیخا ہو
تری نگہ کا اشارہ جو اے مسیحا ہو
تو دل کے مردہ امید و نہین حشر برپا ہو
فلک کے سنگِ حوادث کا پھر آئے گیا دُ
خدا کے سایہ کا جس سرزمین پہ سایا ہو
نہین غرورِ ستم جسمین تو وہ ہے محبوب
کمال کیا ہے جو عاشق تری رعایا ہو

٭ بتقریب سالگرہ ہمایونِ حضور نظام ہمنے مدراس مین ایک مجلسِ مشاعرہ منعقد کی تھی جس مین یہ غزلین پڑھی گئین ۱۱

مجوس دیکھے جو پھر شمس کو تو ہم جانین | نظر فروز جو تیرا رخ دل آرا ہو
نہین خدا کی یہ قدرت تو کیا ہے اے دہری | کہ ایک شخص ہی حاتم ہو جم ہو کسرےٰ ہو
یہ حسن اسپہ شجاعت یہ ہے خدا کی شان | کہ صید افگن شیران غزال رعنا ہو
خدا کا سایہ ہے تو فیض عام ہے تیرا | ہے تیرے سایہ مین مسجد ہو یا کلیسا ہو
اب اور کیا ہو ترقی زبان اُردو کی | وہ تیرا اسکا ادا کر سکے جو گویا ہو
نہ شہریار نہ سید تھا آصف اے آصف | غلط ہے اسکو اگر ہمسری کا دعوےٰ ہو
فدا ہو تو مہِ وحدت یہ صورتِ یوسف | نثار تجھپہ زلیخا کی طرح دنیا ہو
دکن امید دنکا کعبہ بنا ہے اے دہلی | اب اسکے بعد نہ تحویلِ قبلہ اصلا ہو
وہ جانِ ہند ہے اے ہند کے مسلمانو! | خدا کیواسطے آصف کی خیر تم چاہو

تمام ہند سے لی مین نے داد اے شاطر
بجا ہے مجھکو اگر شاعری کا دعویٰ ہو

غزل عشقیہ

شہیدِ عشق کا گر حشر ہو تو ایسا ہو | وہ مستِ دید ہو اور غیر محو غوغا ہو
درِ قبول جو ہوتا ہے بند۔ اچھا ہو | نہو جو دل ہی تو پھر دل مین کیا تمنا ہو
نشانِ سجدہ نہین داغِ عشق اے زاہد | نہین وہ رازِ محبت نہین جو افشا ہو
جگہ نہ دل مین ملی تمکو کاتبِ اعمال! | کہ مغفرت کیلئے کچھ نہ کچھ بہانا ہو
کیا تبہ دلِ ہوسنے خصال نے آخر | ہم اسکے کوئی نہین سچ ہی جو تمھارا ہو
خدا کو مان تو اے دل خدا تراشی چھوڑ | نہین نہین وہ خدا جو سجدہ مین آتا ہو
ہے ریڈیم دلِ دوزخ نہاد اے اسپند | یہ وہ نہین ہے جو دم بھر مین جلکے ٹھنڈا ہو
ہر ایک ذرہ مین دل۔ دلمین درد ہے پنہان | وگرنہ یہ حرکت یہ تڑپ نہ پیدا ہو

کہان سے لائے تیرا مقدر اے سہراب
ادہر مین تڑپون تو قاتل ادہر تڑپتا ہو

جلا کے خشک و تر دل کو کر بھسم ای برق
رہے نہ پھول ہی کوئی نہ کوئی کانٹا ہو

وہ سامنے ہی تو تھا وقت غرق ای فرعون
مگر نظر تری کیونکر نگاہ موسے ہو

دئیے ہین گرچہ سرابون نے دہوکے پیاسے
مگر نہ منکر ہستی موج دریا ہو

جہاد کرکے وہ آب بقائے تیغ پیئے
جو مثل خضر حیات ابد پہ مرتا ہو

دم اخیر ہے دو اشک ہی سہی اے چشم
وہ اور کیا کرے جسکی زبان نہ گویا ہو

نہین ہین شہر خموشان عشق مین شب و روز
گزر ہو یاس کا دلمین اگر تمنا ہو

دم نزول نہ رونے پر اسکے ہنس دے گل
جو رہ مین کشمکش جذب مہر و غبرا ہو

سنا دو آج یہ ملا کو نکتہ اے شاطر
جو ظلم و جہل ہو حاصل کمال پیدا ہو

قصیدہ جو بتقریب جشن پنجاہ سالہ جوبلی شمس الاخبار پڑھا گیا

گرم مہر شمس کیون ہے گبر! تجکو کیا ہوا
حسن ظاہر کی نمایش نے تجھے دہوکا دیا

شعلۂ حسن ازل کا وہ بھی اک پروانہ ہے
عشق کی آتش نے سورج کو بھی بخشی ہے ضیا

نور خور سے جسطرح ذرّونکو حاصل ہے نمود
وہ بھی مظہر ہے زمین و آسمان کے نور کا

قلب اشراقین ہو یا روئے حسینان جہان
کرتے ہین سب مہر وحدت ہی سے کسب انجلا

چشم بینا ہو تو ہر ذرّہ مین دیکھے آفتاب
دل جو دانا ہو تو افلاطون ہے ہر مردم گیا

کور باطن گبر! مظہر سب مین ظاہر اور ہے
نور مطلق ہو عیان گر دیدۂ باطن ہو وا

دل سے حبّ لاافلین کو دور کر دے اے مجوس
ملت بیضائے ابراہیم کی کر اقتدا

گرم فقرے میرے سنکر جلگیا آتش پرست
اور تاویلات بارد اسطرح کرنے لگا:

سنئے حضرت ہے وہی تو منبع گرمی و نور
منحصر خورشید پر ہے سارے عالم کی بقا

کہربائی اور مقناطیس کی قوت کا بھی
مخزن و مرکز اسیکی ذات ہے شک اسمین کیا

ذات سے قائم اسیکی تو ہے یہ شمسی نظام
پس اگر قیوم کہیے اسکو بیشک ہے بجا

دیر مینا مین وہی تو ہے بت آتش عذار
طوف مین جسکے ہین سیارے تمام از ابتدا

ذات اسکی ہے مبرا عیب ور نقصان سے
حسن مین اسکے زوال آنے نہ پایا مطلقا

ذات اسکی ہے قدیم اور حسن اسکا لایزال
اور موالید ثلاثہ کا وہ ہے حاجت روا

ظلمت شام عدم مین رہتی پنہان سب کے سب
صبح ہستی کا بغیر اسکے کسے ملتا پتا

رب اشیا بھی وہی ہے اور مظہر بھی وہی
پس پرستش اسکی اے شاطر نہین ہے ناروا

سفسطہ آمیز بیہودہ دلائل گبر سنکے
سنکے شاطر نے یہ برجستہ جواب انکا دیا

گبر نادان! کسقدر محدود ہے تیری نظر
کی نہین اللہ نے عقل دوربین تجکو عطا

علم مین تیرے فقط ہے ایک ہی شمسی نظام
سیکڑون ایسے عوالم کو نہین تو جانتا

کھولکر چشم بصیرت دیکھہ اے غافل ذرا
قدرتی اشیا کا نامحدود ہے اک سلسلہ

ہے فضا بھی بے نہایت اور اشیا بحساب
فہم سے بالا ہے جنکی ابتدا و انتہا

اپنے اپنے محورون پر گھومتے ہین آفتاب
طوف مین جنکے ہے سیارونکا رہتا قافلہ

ثابتہ کوئی بڑا ہے اور چھوٹا ہے کوئی
ہے عدد بھی مختلف ہر ایک کے سیارونکا

ہے کوئی نزدیک کوئی دور کوئی دور تر
جنکے قرب و بعد کی ہے جذب ثقلی پر بنا

اک سریع السیر ہے تو اک بطی السیر ہے
سرعت رفتار مین بھی ہے روش سبکی جدا

ثقل نوعی مین بھی ہے باہم تفاوت درمیان
ایک کا ہے جسم ٹھوس اور ایک کا ہے پھسپھسا

وزن مین مقدار مین نوعیت اور رفتار مین
ہین الگ سب ایک سے ملتا نہین ہے دوسرا

جتنے سیارے ہین انکے واسطے ہین چاند بھی
تا غروب شمس کے بعد انکو پہونچائین ضیا

ہین کسی کے چاند زائد اور کسی کا ایک ہے
جیسی اس سیارے کی حالات کا ہے مقتضا

حرکت دوری کے باعث مختلف ہین سال و ماہ
وان کسی سیارہ کا چھوٹا کسی کا ہے بڑا

سب کے سب گردش مین ہین اللہ رے قدرت کا نظام
ایک سے گر نہین کھاتا ہے ہرگز دوسرا

دوربین نے دور تک کی گو نگہ کی رہبری
اس سے آگے دوربین کی بھی نگہ ہے نارسا

ہین ثوابت بعض اتنی دور جن کی روشنی
ہم تک آئی ہی نہین تا این زمان از ابتدا

کوکب دمدار بھی انکے سوا ہین بیشمار
نوع جن کی ہے الگ جنکا طریقہ ہے جدا

کام سب کے مختلف ہین اور مقصد متحد
اسکی اسپر منحصر ہے اسکی اسپر ہے بقا

اک سرِ مو بھی تجاوز اپنی حد سے گر کرین
عالم اسباب کا برہم ہو سارا سلسلہ

ایک ارادے کے نظر آتے ہین تابع سب کے سب
ایک ہی زنجیر نے جکڑے ہین سبکے دست و پا

عالم امکان ہے یا کٹ پتلیون کا ناچ ہے
ہاتھ مین ہے جسکے ڈورا انکی نہین اسکا پتا

یا پرے ہی ذات اسکی سرحد ادراک سے
یا نہین کچھ کچھ نظر آتے ہین جسکے نقش پا

یا وہی ظاہر وہی باطن ہے خفاش عقل
دیکھ ہی سکتا نہین ہے مہر تابان کی ضیا

کون کہتا ہے کہ ہے بے عیب روئے آفتاب
دوربین سے اسکے داغون کا ملا سبکو پتا

تیرے دل کا سا ہی جرم شمس بھی تاریک و تار
گیاس جو اطراف جلتی ہین یہ انکی ہے ضیا

گرمی خورشید مین بھی آتی جاتی ہے کمی
ذات حادث کی صفت کو کب دوامی ہو بقا

مین نے یہ مانا کہ سیارے ہین اسکے طوف مین
روز و شب خود وہ کسی کے گرد کیون ہے گھومتا

ہان زمانہ اسکے فیض عام سے ہی مستفید
نفع پاتا ہے بقدر ظرف ہر چھوٹا بڑا

فیض بخشی کی صفت کب ہے اسی پر منحصر
اپنے اپنے وقت پر نافع ہین خاک و کیمیا

سارے موجودات ہین محتاج اور محتاج الیہ
عالم اسباب کی اس کلیہ پر ہے بنا

قدرتی اشیا ہین باہم متفق اور متحد
ایک سے وابستہ لاکھون طرح سے ہے دوسرا

ایک کا ہے اک موید ایک کا ہے اک معین
کوئی ذرہ بھی نہین بیکار یان پیدا ہوا

ہے نظام کلی عالم مین ہر اک شے دخیل
اضطراری دخل ہے فطرت کا سبکی مقتضا

ہے موالید ثلاثہ مین بھی باہم اتفاق
ایک کی ہے دوسرے پر منحصر نشو و نما

آکسیجن ہمکو دیتے ہین نباتات اور ہم
کاربن دیتے ہین انکو تا ہو اُن کی غذا

جملہ عالم مظہرِ عشق اور وہ ذو نسبتین
پس نیاز و ناز ہر شے مین ہے اسمین شبہ کیا

کیا نہین آب و ہوا درکار بہر زندگی
پھر فقط آتش کی پوجا کا سبب اے گبر کیا

شمس سے تیرے فقط اشیا کو حاصل ہی نمود
کور کو بھی ورنہ ہے احساس موجودات کا

لایقِ سجدہ نہین جز مہرِ تابانِ وجود
ذرّہ و خور کا ستارہ جس نے روشن کردیا

ہین فضاے آسمان مین یون تو لاکھون آفتاب
خود زمین پر بھی تو ہے اک شمسِ عالم آشنا

ذکو نکلا رات کو ڈھونڈا پہ شمس ایسا نہین
ہو گئے پنجاہ سال اور ہے ابھی یہ رو نما

تابِ مردہ مین اس نے قوم کے پھونکی ہے روح
تیرے سورج سے ہے جسمِ عنصری کی گر بقا

ہے دماغون مین دلون مین روشنی اس شمس کی
شمس سے تیرے فقط حسِ بصر ہے آشنا

عالمِ اسلام پر یہ ڈالتا ہے روشنی
واقعاتِ دہر ہین اسکی بدولت رونما

نور کا اسکے ہو سدِ راہ کب کوئی حجاب
جامِ جم مرآۃِ غیب اسکو کہین گر ہے بجا

روشنی اسکی سیاہی کے ہر بادل مین نہان
تو کہے ظلمات مین ہے چشمۂ آبِ بقا

تیرے سورج سے مدد لیتی ہے نورِ چشم کو
ہوتی ہین اس شمس سے آنکھین خرد کی پر ضیا

چشمِ اربابِ نظر مین اس سے ترجیح ہے
شان ہے اس شمس کی معبود تیرے سوا

ہو نصیر الدین کو اپنے شمس پر کیونکر نہ فخر
ماہِ نخشب پر اگر ابن عطا کو ناز تھا

آج جشن جوبلی مین اسکے ہم سب ہین شریک
ہے کوئی مدحت سرا اور کوئی دیتا ہے دعا

آج ہے شاید ترا سجدہ ہوا اخبارِ شمس
یا نصیر الدین کو اے شماس تو مانے خدا

ہم سمجھتے ہین کہ حادث ہم بھی ہین اور وہ بھی ہے
اور تو بھی اور تیرا شمس بھی اور ماسوا

حضرت شاطر دلایل آپکے معقول ہین
توبہ کرتا ہون مین اپنے دین سے باز آگیا

جوبلی شمس کا کیسا مبارک ہے اثر
آج مسلم ہوگیا اک گبرِ کافر ماجرا

غزلیاتِ مشاعرۂ حیدرآباد دکن

به بزمِ دیدۂ من اشکبار میگردد
فغان که رازِ دلم آشکار میگردد

دلِ ستمزدۂ ماست سنگ و آهن نیست
گناه چیست اگر بیقرار میگردد

ازان زمان که حدیثے شنیدم از لبِ لعل
دلم بلطفِ تو امیدوار میگردد

دگر حکایتِ ایامِ غم مکن اے دل
نگاه کُن که کسے شرمسار میگردد

به پیشِ تو بدهم شرحِ آرزوئے وصال
زبان گرفته و دل بیقرار میگردد

تو آمدی به بر بیدلے و بنشستی
کنون که دل نبود جان نثار میگردد

بکامِ تلخیٔ حسرت کشان شگفتے نیست
شرابِ ناب اگر زهرِ مار میگردد

نگاهِ باطنِ روحانیانِ عالمِ قدس
بگردِ شمعِ تو پروانه وار میگردد

زتابِ نالۂ سوزانِ من عجب نبود
اگر ستارۂ بختم شرار میگردد

گمان برم که همین است تربتِ شاطر
که قیس آید و گردِ مزار میگردد

یہ بکھیڑا مٹے گا مشکل سے
وہ خفا مجھ سے مین خفا دل سے

تیری خاطر سے لائے ہین اے عشق
ورنہ کیا کام تھا ہمین دل سے

کیا خبر اُسکو کیا ہے عہدِ الست
کیون نہین پوچھتی زبان دل سے

لوٹنا ہو تو لوٹ اے رہزن
کوئی جب تک ہو دور منزل سے

ہم کو پھر بے خودی نے چھوڑ دیا
پھر پڑا سابقہ اُسی دل سے

میری کشتی کا ماجرا اے موج
کہنے والا ہے کون ساحل سے

نہ کیا اُسکے دل مین نالہ نے گھر
کیا یہ نکلا نہ تھا مرے دل سے

یاس نے مطمئن کیا دل کو / لو شفا پائی ستم قاتل سے
خضر بھی غول بھی ہے اے منزل / ہم پتا پوچھتے ہین جس دل سے
حسن حسن اور عشق عشق بنا / میری آنکھون سے اور میرے دل سے
خاک آسانیان ہون جینے مین / دم نکلتا بھی ہے تو مشکل سے
گرمی عشق سے ہے زندہ دلی / زیست ہے جیسے گرمی دل سے
ناوک افگن نظر نہین آتا / اور دل لوٹتے ہین بسمل سے
سوئے دلدار یجلی ہے اجل / آج شاطر جدا ہوے دل سے

مگس

کیون کف افسوس ملتی دمبدم ہے اے مگس / نعمت الوان دنیا پر نہین کیا دسترس
غم نہ کھا محرومی عیش جہان کا زینہار / ہے بظاہر تو یہ امرت اور بباطن زہر مار
لذت دنیا کا چسکا اسقدر اچھا نہین / کچھ خبر تجکو مآل کار کی اصلا نہین
بارہا چکھا مگر دیکھی نہین ایذا کبھی / اسلئے تو ذائقہ پر دیتی ہے شکر کے جی
یاد رکھ لذت پسندی کی یہ لت اچھی نہین / اور بھی چیزین ہین میٹھی ایک شکر ہی نہین
شہد کا شاید کبھی چکھا نہین تو نے مزا / ورنہ کیون تو لذت دنیا پہ کرتی جی فدا
لذت دنیا مین۔ دیکھ۔ اچھا نہین یہ انہماک / اے مگس ہونا پڑیگا ایک دن تجکو ہلاک
عیش کچھ ایسے بھی ہین یان جو بشکل نوش ہین / اے مگس ہموار راہون مین چہ خس پوش ہین
کھینچ لیجائیگا ذوق قند اکدن تا عسل / کیا ہوا اگر بچ گئی تو آج پھنس جائیگی کل
شہد خالص آب حیوان بھی اگر ہو فی المثل / ڈوبنے والے کے حق مین ہے وہ تلخاب اجل
لطف کے کشتہ کو کچھ حاجت نہین ہے قہر کی / گڑ سے جو مر جائے اسکو کیا ضرورت زہر کی
ہو گئی اے بوالہوس آخر اسیر دام حرص / اب کف افسوس مل دیکھ اے مگس انجام حرص

جانِ شیرین کے عوض تجکو ملا ہے شہد آہ !
خوب اَب جی بھر کے پی لینا نہین ہرگز گناہ

لے ٹھکانے لگ گئی ہان آگئی اَب جی کو کل
اے مگس اَب تا دمِ آخر ہے تو اَور ہے عسل

رشتۂ طولِ امل خود بنگیا زنجیرِ پا
لذّتِ عیشِ جہان کی بس یہی ہے انتہا

اَب کفِ افسوس ملنا اور رگڑنا ایڑیان
بعدِ قطعِ رشتۂ جان یہ کشینگی بیڑیان

دیدنی ہے ہمتِ پروانۂ آوارہ پرست
کر گئی سطے عرصۂ ہستی کو جسکی ایک جست

واہ اِس ننھی سی جان مین کتنی ہے تاب و توان
طورِ شعلہ پر چڑھا پروانۂ آتش بجان

جلکے سوزِ عشق سے دم بھر مین ٹھنڈا ہو گیا +
اسکی خاکستر ہے یا گلزار ابراہیم کا

رباعیات

مشکل مین ہر اک بشر کا منھ تکتے ہین
کیون شرمِ گنہ ! دعا بھی کر سکتے ہین ؟
اے چرخ ستم پیشہ سمجھکر ظلم
عاجز ہین گر ہم بھی خدا رکھتے ہین

دنیا فانی ہے ملک و دولت فانی
اور ساری لذتین ہین اُسکی آنی
ہو کس کی محبت پہ بھروسا دل کو
میرے باقی ! ہے کون تیرا ثانی

سرپٹ جاتا ہے توسنِ عمرِ روان
نہ پاؤن رکاب مین نہ کف مین ہے عنان
ہم گھوڑے پہ ہین تو خوف ہمپر ہے سوار
ہر گام پہ ڈر ہے کہ گرائے گا یہان

رندون کے دل کی ہے تجھے کچھ بھی خبر
واعظ کبھی موم ہے وہ گاہے پتھر
کل پی نہ سکے ذکرِ قیامت پر اشک
بھر بھر کر آج پی رہے ہین ساغر

کیون تیرِ ملامت کو کمان مین جوڑا
واعظ بک کر جگر ہوا ہے پھوڑا
توڑی سو بار اگرچہ توبہ لیکن
صد شکر کہ ہمنے نہ کوئی دل توڑا

کہسار سے جھوم کر وہ اٹھا ہے ابر سینے میں ہے دل کباب سوز غم سے	ساقی آ ۔ لا وہ چیز لاکب تک صبر آخر مومن ہوں رحم کر رحم نہ گبر
امکان بھر اپنے کچھ نہ کچھ کر جائین رونے والا نہین ہے ہمکو تو نہ ہو	دنیا کے حادثوں سے کیوں ڈر جائین رو رو کے اسی رنج مین کیا مر جائین
میخانے مین رات دن پڑے رہتے ہین تو کس سے ڈراتا ہے ہمین اے واعظ	پیمانہ کی گردش کے ستم سہتے ہین کیا اس سے جسے غفور بھی کہتے ہین
کیونکر جئین زیست ہو گئی ہے دوبھر جینے مین قلق ہے اور مرنے مین ہے خوف	کیا موت کو چاہین کہ گناہوں کا ہے ڈر رحمت رحمت کا ورد ہے شام و سحر

مین جانتا ہوں کہ اعجاز عشق کے بعد کسی دوسری نظم کی اشاعت ناقص تحصیل حاصل ہے لیکن دل نہین چاہتا کہ اسکے جانسوز نالے برباد ہو جائین اور کسی فغان آشنا گوش تک نہ پہونچین۔ اس نازک مزاج پہلو نشین کی نازبرداری ہم اسلئے کرتے ہین کہ یہ جانجان کا نیازمند ہے۔

جو بجلیان اعجاز عشق مین کوندتی نظر آتی ہین ممکن ہے کہ قطرے مین دریا اور ریتے مین صحرا کو دیکھنے والی نگاہین انکو گلدستۂ ناظرین بھی گرمی یا روشنی کی صورت مین محسوس کرین۔

عنفوان شباب کا کلام یعنی ایام جاہلیت کی ہرزہ سرائی جس مین غزلیات وغیرہ کے سوا ساقی نامۂ فارسی بھی داخل ہے پھر کبھی نذر ناظرین کرونگا ؂

محمد عبدالرحمن شاطر

کتب خانہ کلیہ جامعہ عثمانیہ

unique poetical contributions, we beg leave to confer on you the title of **Lisan-ul-Hikmath** and hope that you will accept it with pleasure.

We pray God that He may give you long life and keep the poetic fire in you always alive, so that you may constantly serve your Country and religion to the best of your ability.

We beg to remain,

Sir,

Your ardent admirers,

The Members of Moulana Shatir's Address Committee.

MADRAS,
29th April 1920.

Pavar & Co., Madras.

to the neglect of higher forms of poetry. The greatest of our old lyric poets did nothing but set up idols of wordly beauty, worship them with utmost devotion in the recesses of their hearts and sing about them in mellifluous language. Without minimizing the importance of the best lyrics in our literature, we cannot but remark that the sole devotion to the lyric, in the long run sapped originality and led to productions, mechanical and bizarre and devoid of poetic vision. Ijaz-e-Ishq does not harp *ad nauseum* to the same old tune or countenance worship in the same old sanctuary, but sings of the love of Divine Unity and endeavours to set up the temple of God over the ruins of Agnosticism which it has destroyed. Our admiration for your poetical talents Sir, is all the more intense because in these days of Materialism they subserve the highest purposes of our Religion, Ethics and Philosophy. Apart from the technical beauties of the poem which are of great value, we highly appreciate your attempt to divest Islam of the infiuences of European Philosophy which have besmirched her face and to set forth prominently as the ideal the love of Divine Unity which is the ultimate source of all inspiration to our Religion, Philosophy, and Nationality. We think that by your capabilities you are most suited to preach the ideal to the ends of the earth for all times and for all ages and we are sure that if your clarion voice is heard by all the people of the earth they will give up their old ways and build for themselves a new temple emblematic of the new vision.

It speaks high of Ijaz-e-Ishq that instead of the usual chronograms it has elicited highest eulogies from poets and literary critics and it is a matter of great satisfaction and pride to find that you, who have been so much praised for your originality by Shibli, Hali, Akbar and Iqbal, belong to our Presidency, our Community and our Religion.

We are not unaware of the great interest you have been evincing for a long time past in the religious amelioration and the political and the educational advancement of the Muslims of this Presidency. You are not one of those who love the solitude and who are always enveloped in their fancy: daily are you seen plunged in the bustle of life, sharing with us equally life's pleasures and sorrows. We think that you would not have been so useful if you had belonged to the old school of poets. Your manifold activities are the right concomitant of your religious and philosopicial tenets, which are interspersed in all that you have written.

In recognition of the great services which you have rendered to Islamic Philosophy and Religion and to Modern Urdu Poetry by your

will, from time to time, delight and benefit your fellow country-men by that blessing. 'Let your greatness grow and prosperity bei n your days and nights.'

(7) Together with the title of Lisan-ul-Hikmath, addresses in Urdu and English were also presented to me. The meetings prior to and on the occacion of the presentation were presided over by "Khan Bahadur" Mohammad Habibullah Sahib C. I. E. (then member of the Executive Council) and "Khan Bahadur" Abdul Khuddus Badshah Sahib respectively. The resolution was moved by "Khan Bahadur" Moulvi Tajamul Hussain Sahib, and seconded by Moulana Sharar Sahib, Editor "Koumi Report" Professor Nayeemur Rahman Sahib M.A., (Arabic and Persian professor Government Mohammadan College) "Khan Sahib" Mohammad Usman Sanib B.A., Professor Syed Abdul Qadir Sahib M.A., Moulvi Khaleelur Rahman Sahib, and Abdullah Badshah Sahib B.A. The addresses were read by Moulana Sharar Sahib and Professor Syed Abdul Qadir Sahib M. A. The elite of the city including Justice Sir Abdur Rahim attended the party.

The notice calling for the meeting was signed by 94 prominent gentlemen consisting of members of the Legislative Council, high officials, reputed men of letters, leading merchants and eminent citizens of Madras.

The Address is as follows :—

To

Moulvi Muhammad Abdur Rahman Sahib Bahadur "Shatir."

Sir,

On behalf of the Muslims of the Presidency of Madras, we hail you as one of the greatest poets of Muslim India and beg leave to record our high sense of appreciation of your rare poetical talents so admirably displayed in Ijaz-e. Ishq.

It is our sincere opinion that Ijaz-e-Ishq marks the beginning of a new epoch in the history of our poetry; for our poetry; till very recently was one-sided and dominated by a partiality for the lyric

(6) Some of the opinions about my work the Ijaz-e-Ishq are given below translated:

The Right Hon'ble. Syed Amir Ali, Member of His Majesty's Privy Council, and a great Oriental scholar writes from London :—

With my best compliment, be it known to you that your esteemed letter with a copy of the 'Ijaz-e-'Ishq' reached me for which I feel obliged to you. I cannot express the pleasure I derived from a perusal of your interesting and sublime ideas. Without exaggeration and affectation I have to state that not only do I praise your novel mode of composition and poetry, but the veneration and esteem for you with which I am impressed is due to your philosophic thoughts and minute observations. May God grant you His guidance and cause the community to derive benefit from you.

The Hon'ble Nawab Imadu'l-Mulk Bahadur Syed Husain Sahib Bilgrami, C.S.I., ex-member of the Council of the Secretary of State for India, and a great Oriental scholar writes:—

I have received your kind note together with a copy of the poem appropriately named 'Ijaz-e-Ishq'. I am very much obliged to you for the kindness that you should consider me a fit person for this invaluable present. I lack words to value your work in as much as it has innumerable beauties both of language and meaning combined together. Should a selection be made of it, I think, some verses may be found eventually to be unique, not only for the originality of matter, but also for the fluency of style, splendour of diction and propriety of words. However highly we praise the 'Ijaz-e-Ishq' it will be insufficient. Consquently, taking into consideration the respectability of your family, it would not be improper to call you the possessor of double dignity (birth and attainments).

On receipt of a new edition, the same gentleman writes from London :—

Your kind letter reached me with a copy of the new edition of the 'I' jaz-e-'Ishq'. While in India I read twenty pages of your grand work, and was entertained and benfitted. In the present edition twelve pages, or nearly 250 lines, have been added. The sense and style of them are similar to those already written. But in these subsequent lines you have added considerably to the philosophic element. These lines are as replete with originality of thought as sugar cane is with juice. Do not give up the cultivation of the God-gifted creative faculty and excellence of expression with which you are endowed, and, I hope, you

(4) The Government was pleased to grant me the following pedigree certificate :—

No. 301 of 1899. *August 4, 1899.*

By permission of Government I do hereby certify that Muhammad 'Abdu'r-Rahman Sahib is the shadi son of the late Muhammed 'Abdu'l-Ghani, Khan Bahadur, shadi son of Sikundar Jang, shadi son of Burhanu'n-Nisa Begam, shadi daugher of Delar Jang Shukohul-Mulk, shadi son of 'Abdu'l-Wahab, Khan Bahadur, brother of Nawab Walajah of the Carnatic.

Muhammad 'Abdu'r-Rahman Sahib is also connected by his mother's side, as the son of the late Ahmadun-Nisa Begam, daughter of. Nawab Qadria Begam, daughter of His Highness the late A'zam Jah Bahadur, the second titular Nawab of the Carnatic, who was the son of His Highness Nawab A'zeemu'd-Dowlah Bahadur, son of Amiru'l-Umra Bahadur, son of Nawab Walajah of the Carnatic.

(Signed) R. F. R. FORMBY. LIEUT. COL., I. A.
Acting Paymaster, Carnatic Stipends, Chepauk.

---

(5) The certificate of honour I received at the Coronation Durbar of His Majesty King George V at Delhi, runs thus :—

By command of His Excellency the Viceroy and Governor-General in Council this Certificate is presented in the name of His Most Gracious Majesty King George V. Emperor of India, on the occasion of His Majesty's Coronation Durbar at Delhi to Muhammad 'Abdu'r-Rahman Sahib Shatir, son of 'Abdu'l-Ghani, Khan Bahadur, in recognition of his eminence as a Persian and Arabic scholar and his services to education.

MADRAS,
December 12, 1911.

(Signed) HAROLD STUART,
Acting Chief Secretary to Covernment of Madras.

Foot Notes.

(1) The title of Lisan-ul-Hikmath (Voice of Wisdom) was bestowed on me by the Muslim Public of Madras in April 1920, an incident unprecedented in Southern India.

(2) I was the only recipient of the title of Shams-u-Ulama, which was conferred on His Majesty's birthday in June 1920.

(3) My father Maulvi Muhammad Abdul Ghani, Khan Bahadur, great grandson of His Highness Nawab Walajah and grand son-in-law of His Highness Nawab Azeemud Dowlah and His Highness Nawab Azam Jah, received, when thirty eight years of age, in consideration of his noble birth and rare mental faculties and moral qualities, and in spite of not having attended any school for a day, from His Grace the Duke of Buckingham (Governor of Madras), a Deputy Collector's post to start with, a circumstance which has no parallel in the annals of this Presidency. This office he held creditably for several years until his death.

His poems in Arabic and Persian, composed in early youth, elicited the eulogies of the scholars of his day.

At the age of forty four he passed all the Special Test Examinations required by his post. He was a fellow of the University of Madras. The title of Khan Bahadur was conferred on him by the last Nawab of the Carnatic when nine years old.

The following is the copy of a letter addressed to Mr. Webster by the Hon'ble Mr. D. F. Carmichael, member of the Executive Council regarding my father.

Ootacamund, October 21, 1882.

MY DEAR WEBSTER,

This is 'Abdu'l-Ghani, Khan Bahadur. Two years ago, when Government determined to give special help to Muhammadans, he was selected though, then, thirty-eight as the most respectable and best educated of the Carnatic family for a Probationary Deputy Collector. First trial given at Cuddapah, afterwards Kishna where he is now. But his health at Bundar is not good, and he wants a change to the Southern District. You will see Hors fall gives him a capital character.

Yours sincerely.

(Signed) D. F. CARMICHAEL.

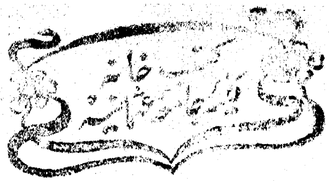

A Statement concerning Lisan-ul-Hikmath (1) Shams-ul-Ulama (2) Muhammad Abdur Rahman Shatir, son of Moulvi Md. Abdul Ghani Khan Bahadur (3).

I. I am a member and stipendiary of the Carnatic Family (4) being the great grandson of H. H. Nawab Azam Jah of Carnatic and a direct descendant of Nasir grandson (son's son) of the great Caliph 'Umar' and the daughter's son of Imam Hasan, the grandson of the great Arabian Prophet. In the line of my ancestry are Farruq Shah and Sulaiman Shah, Kings of Kabul, and Shah Abbas Safavi, the famous king of Persia.

II. I am Agent to the Prince of Arcot G. C. I. E., (G. O. 541 Pol. dated 10th Oct. 1913), the Zamindar of Shayanavaram, an Honorary Presidency Magistrate, a member of the Board of Studies since 1909, an Examiner of the Madras University in Arabic etc., since 1911 and a recipient of the Coronation Durbar Medal and Certificate of Honour (5).

III. I was one of the few gentlemen who had the honour of a private interview with H. E. the Viceroy and the Secretary of State for India which was arranged by the Madras Government.

IV. I am the author of several poems in Persian and Urdu including the 'Ijaz-e-Ishq' (6) which has been a text book for the B. A. Degree Examination of the Madras University. No work by a Madras author has received such recognition since the foundation of the University.

V. The Muslim public of Madras presented me with an address (7) and bestowed on me the tilte of Lisan-ul-Hikmath in recognition of my literary attainments.